ABC Certified
چیف ایڈیٹر: حافظ محمد اقبال
یکم تا 15 مئی 2026ء

# خلیج

پندرہ روزہ
اسلام آباد

## معرکۂ حق: جب پاکستان نے جنگ کا نصاب بدل دیا

# گوجرانوالہ کے صحافیوں کے لیے بڑی خوشخبریاں

پریس کلب گوجرانوالہ کے لیے پنجاب حکومت کی جانب سے پچاس لاکھ روپے کا چیک موصول، گوجرانوالہ میڈیا ٹاون کے لیے گوجرانوالہ پنجاب حکومت کی ترجیحی فہرست میں شامل کر لیا گیا،پریس کلب گوجرانوالہ کے صدر رانا انصر شہزاد، جنرل سیکرٹری سردار ذیشان طاہر، سینئر نائب صدر شفقت عمران اور پی ایف یو جے کے نائب صدر راجہ حبیب الرحمان کی لاہور پریس کلب کے صدر ارشد انصاری کے ہمراہ وزیر اطلاعات عظمی بخاری سے ملاقات، اس موقع پر سیکرٹری انفارمیشن پنجاب طاہر رضا ہمدانی بھی موجود تھے، میڈم عظمی بخاری نے گوجرانوالہ پریس کلب کے لیے پچاس لاکھ روپے کا چیک دیا اور صدر گوجرانوالہ پریس کلب رانا انصر شہزاد نے وزیر اطلاعات کو گوجرانوالہ میں میڈیا ٹاون بنانے کے لیے تحریری درخواست دی جسکو منظور کرتے ہوئے میڈم عظمی بخاری نے وعدہ کیا کہ وہ وزیر اعلی پنجاب مریم نواز سے گوجرانوالہ میڈیا ٹاون کی منظوری لے کر ترجیحی بنیادوں پر اسے بنانے کے لیے کام کریں گی تاکہ لاہور ، اسلام آباد کی طرح گوجرانوالہ کے صحافیوں کو بھی اپنا گھر مل سکے۔

www.fortnightlykhaleej.com

جلد: 29 | قیمت 100 روپے | شمارہ: 9

یکم تا 15 مئی 2026ء

ABC Certified

پندرہ روزہ
# خلیج
اسلام آباد

چیف ایڈیٹر: حافظ محمد اقبال / ایڈیٹر: موذنی اقبال / جوائنٹ ایڈیٹر: فائزہ اقبال / ڈپٹی ایڈیٹر: میاں صبیح الرحمٰن

## اس شمارے میں


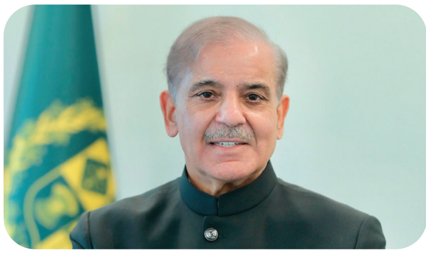

07 وزیراعظم شہباز شریف کی 'اپنا گھر اسکیم': عوامی کے لیے رہائشی تحفہ

08 پاکستان نے جنگ بندی میں توسیع کرادی؟

17 بارود کے ڈھیر جمع کرتی مودی سرکار



## نمائندگان

- کراچی: حافظ توقیر احمد (بیورو چیف)
- گوجرانوالہ: عابد محمود ملک (ڈویژنل بیورو چیف)
  رانا فاروق احمد خان (بیورو چیف)
- جہلم: آداب حسین
- روچڈل: ماجد نذیر
- مانچسٹر: خلیل انجم
- کینیڈا: شاہنواز احمد شانی، علیم جاوید
- میساچوسٹس: مرزا ظہیر احمد بیگ
- نیویارک: ظہیر مہر
- واشنگٹن: نور محمد جرال
- جدہ: چوہدری محمد خالد

## انتظامیہ

- قانونی مشیر: اعجاز احمد گوندل (ایڈووکیٹ)
- آرٹ ایڈیٹر: عشرت علی



حافظ محمد اقبال پبلشر نے خورشید پرنٹرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ سے چھپوا کر آفس نمبر 16

سیکنڈ فلور، ٹوئن سٹی پلازہ، آئی ایٹ مرکز اسلام آباد سے شائع کیا

Tel: 051- 4861818

**Email:Khaleejislamabad@yahoo.com**



1428-57 Street, Edmonton, AB Canada T6L 2B4

Cell: (780) 907-3800 Fax: (780) 450-3800 Shani@sgintemational.ca

**Lahore Office:**207 Khaleej Tower Jail Road, Lahore
Phone: 042-37581247

پندرہ روزہ
خلیج
اسلام آباد

اداریہ

# ایران امریکا مذاکرات کا مخمصہ؟

ان دنوں بشمول پاکستان پوری دنیا کے میڈیا میں ایک ہی ایشو چھایا ہوا ہے کہ ایران اور امریکا کے درمیان اسلام آباد ڈائیلاگ کا کیا ہونے جا رہا ہے؟۔ یہ مذاکرات ہوں گے؟ نہیں ہوں گے؟ اگر ہوں گے تو کن امور پر ایکا اور کن پر تنازع ہوگا؟ ڈائیلاگ کے بغیر کیا سیز فائر غیر معینہ مدت تک چل پائے گا؟ کہیں بڑی جنگ کا احتمال تو نہیں؟ کون ہیں جو بڑی جنگ کے متمنی ہیں؟ اور کون معاملے کو یہیں کہیں رفع دفع کروانے کیلئے سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں؟ پاکستانی قیادت کی مخلصانہ کوششوں پر بھی چہ میگوئیاں کرنیوالے موجود ہیں۔ ان سوالات و اعتراضات کا جواب ضروری ہے مگر پہلے اس امر کا جائزہ کہ ایران امریکا موجودہ شدید کشیدگی میں وہ کون سے عوامل ہیں جن پر اتفاق رائے ہوسکتا ہے؟ اور کون سے ایشوز ہیں جو دونوں کیلئے ریڈ لائنز ہیں؟ یہ حقیقت تو سبھی پر واضح ہے کہ اس وقت پاکستان کی وساطت سے اسلام آباد میں وقوع پذیر ہونے والے ڈائیلاگ کے سیکنڈ راؤنڈ سے امریکی نہیں، ایرانی گریزپا دکھائی دیئے، ایرانی فارن منسٹر نے اسلام آباد پہنچ کر پاکستانی قیادت پر یہ واضح کر دیا کہ وہ امریکا سے براہ راست مکالمہ نہیں چاہتے، جسکی مختلف توجیہات کی جا رہی ہیں۔ شنید ہے کہ ایرانی قیادت میں اختلافات پیدا ہوچکے ہیں منتخب ایرانی سیاسی قیادت مہماتی جنگجوئی سے شدید نالاں ہے اسے اپنے عوام کے مسائل و مصائب کا پوری طرح ادراک ہے اس لیے اسکی ہر ممکن کوشش ہے کہ کسی طرح جنگی صورت حال بدلے، حالات پر امن ہوں، نہ صرف ایران کے منجمد بھاری اثاثے ریلیز ہوں بلکہ ایران پر جو شدید معاشی بندشیں ہیں ان سے بھی ایرانی عوام کو مکتی ملے۔ مگر دوسری طرف انقلابی قیادت کے سامنے کسی کی نہیں چل پا رہی۔ اس وقت اگرچہ اس افسوسناک جنگ کی اصلی چوٹیں اسی طبقے کو لگی ہیں لیکن عوامی ہمدردی بھی یہی لوگ سمیٹ رہے ہیں جن کی پاپولریٹی پھر تازہ دم ہوچکی ہے۔ لیکن ساتھ ہی مسئلہ یہ ہے کہ اس طاقت کی اصل نمائندگی اس وقت کن ہاتھوں میں ہے؟ اگرچہ مذہبی ورثے کی طرح چناؤ کے بعد کی طاقت تو سید علی خامنہ ای کے فرزند مجتبیٰ خامنہ ای کے حوالے کی جا چکی ہے لیکن وہ خود اس وقت کہاں ہیں؟ ان کی ہیلتھ کیسی ہے؟، اس حوالے سے قطعی متضاد اطلاعات ہیں۔ ایک طرف یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ زخمی ہیں، انکے سر اور چہرے پر چوٹوں کی بھی اطلاعات ہیں۔ دوسری طرف بتایا جا رہا ہے کہ ان کا علاج تو ہو رہا ہے لیکن ان سے روابط پر بندش، سیکورٹی کی وجہ سے وہ الیکٹرونکس سہولیات کا قطعی استعمال نہیں کر پا رہے۔ جو بھی احکامات جاری کرتے ہیں وہ اپنے ہاتھ کی لکھائی کے ذریعے بھیجتے ہیں۔

ان کے نام پر اسلامی پاسداران انقلاب کی قیادت ہی فیصلہ کن اتھارٹی بنی ہوئی ہے۔ دوسرے الفاظ میں پاور کا مرکز آج بھی ولایتِ فقیہ ہے۔ اس صورتحال میں سیاسی قیادت آج بھی مذہبی قیادت کے تابع ہے۔ پریزیڈنٹ مسعود پزشکیاں اور فارن منسٹر عباس عراقچی کی اپروچ سے تو سبھی کو آگاہی ہے۔ مجلس کے اسپیکر محمد باقر قالیباف جو ماقبل پاسداران انقلاب کی قیادت پر بھی فائز رہ چکے ہیں اسلام آباد مذاکرات میں نرمی دکھانے پر اندرون خانہ ان پر خاصی گرمی نکالی گئی۔ یہ معاملہ ایران کے ساتھ ہی نہیں، امریکا میں بھی ٹرمپ انتظامیہ بدترین دباؤ کا شکار ہے، پاپولیریٹی گراوٹ کی نچلی سطح تک پہنچ چکی ہے لاکھوں عوام مخالفانہ ریلیوں میں نکل چکے، سینیٹ میں ریپبلکن پہلے ہی معمولی اکثریت کے ساتھ کام چلا رہے ہیں مڈٹرم الیکشن کی مہم شروع ہوچکی ہے عوامی موڈ سب کو دکھائی دے رہا ہے بہت مشکلات ہیں صدارتی اختیارات کے ساٹھ دن پورے ہونے کو ہیں، کانگریس سے منظوری میں کئی رکاوٹیں درپیش ہیں، یوں ٹرمپ کے لیے بھی کوئی چارہ نہیں کہ کسی بھی صورت مذاکرات کرتے ہوئے امن معاہدہ ہو جائے، آبنائے ہرمز کی بندش اور ٹول ٹیکس کے ذریعے ایرانی رجیم کو جو برتری حاصل تھی ٹرمپ ناکہ بندی کرتے ہوئے اسے پنکچر کر چکے ہیں دوسری طرف اس نوع کی اطلاعات ہیں کہ وائٹ ہاؤس میں ایک اعلیٰ سطحی فنکشن کے دوران کسی طرح ایک شوٹر گھس آیا لیکن خوش قسمتی سے ٹرمپ اور دیگر عہدیداران محفوظ رہے۔ ہمیشہ تمنا رہ جاتی ہے کہ اگلے متنازع امور کو زیر بحث لایا جائے مگر تمہید کی طوالانی پیچھے ہی روک دیتی ہے درویش کی طرح یہاں ہر کوئی مجبور ہے، اسرائیل کو اپنی بقاء کی مجبوری درپیش ہے۔ ٹرمپ کو عوامی دباؤ کی مجبوری ہے، ایرانیوں کو اپنی ولایت فقیہ کی مجبوری ہے۔

چیف ایڈیٹر: حافظ محمد اقبال

# معرکہ حق: جب پاکستان نے جنگ کا نصاب بدل دیا

## آپریشن سندور سے مودی سرکار کے سفارتی سرنڈر کی شرمناک داستان

ٹھیک ایک برس قبل انڈیا میں ایک ایسی صبح طلوع ہوئی تھی، جب بچے اسکولوں اور لوگ کاموں کے لیے نہیں نکلے۔ اس صبح اگر کچھ نکلا تو بس دم تھا جو ہر انڈین کا نکلا جا رہا تھا۔ وہ صبح ایک ایسی رات کے بعد طلوع ہوئی تھی جس کی تاریکی انڈین سازشی اعمال نامے سے پھر بھی کم ہی تھی۔

اس رات تک پہنچنے کے لیے انڈیا نے پہلگام والے شوشے سے دو ہفتے کا سفر کیا تھا۔ وہ سفر جس میں پہلے دنیا کو باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ پہلگام واقعے میں پاکستان کا ہاتھ ہے۔ یوں انڈین میڈیا گویا 6 اور 7 مئی کی درمیانی شب سے بہت پہلے ہی حالت جنگ میں آ چکا تھا۔

قابل غور بات یہ تھی کہ انڈیا واضح طور پر جنگ مسلط کرنے کی تیاری کر رہا تھا، مگر امریکا سمیت پوری بااثر دنیا کو اسے روکنے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی، اور یہ خاموشی انڈیا کے لیے تائیدی اشارہ تھی۔

سو 6 اور 7 مئی کی درمیانی شب انڈیا نے پاکستان میں بعض سویلین مقامات کو میزائل حملوں کا نشانہ ڈالا۔ پہلے سے اشارے کے منتظر انڈین میڈیا نے توڑ تاڑ کر گھونگروؤں کے انبار لگا لیے، اور یہ سب انڈین حملے کے بعد کے ایک گھنٹے میں ہوا۔ اس پہلے گھنٹے کے بعد جب پاکستان کی جانب سے رپورٹس آنی شروع ہوئیں تو انڈین ہی نہیں عالمی میڈیا کے لیے بھی اپنے کانوں پر یقین کرنا دشوار ہوگیا۔ انڈین میڈیا کی سرتوڑ کوشش کے باوجود خود انڈیا میں بے یقینی ہرسو اس طرح پھیل گئی کہ صبح ہوئی تو لوگ ناشتہ، بچے اسکول، اور بڑے دفاتر بھول گئے۔

ایسے میں جب پاکستان کے ملٹری آفیشلز پریس بریفنگ کے لیے آئے تو ترجیح ہی غیر ملکی میڈیا کی موجودگی تھی۔ پریس بریفنگ واضح، مربوط اور مدلل تھی۔ سوال و جواب کا مرحلہ آیا تو جواب آئیں، بائیں، شائیں نہیں بلکہ ٹھوس اور واضح تھے۔ ایئر وائس مارشل اورنگزیب کسی گگلی سے پریشان دکھے اور نہ ہی باؤنسر پر ڈک کی نوبت آئی۔ ہرگیند باؤنڈری کے باہر عالمی رائے عامہ میں جا جا گرتی رہی۔

اس کے برعکس انڈیا میں سکتہ تھا جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ وزیر دفاع اور وزیر خارجہ تو ایسے غائب تھے جیسے یہ وزارتیں انڈیا میں پائی ہی نہ جاتی ہوں۔ فوج کے محکمہ تعلقات عامہ میں تو جیسے میڈیا کو فیس کرنے کی ہمت ہی جواب دے گئی تھی۔ اور تاخیر کا یہ ہر منٹ پاکستان کے حق میں کریڈٹ ہوتا گیا۔

یوں جب 10 مئی کی شام آئی تو تب تک صورتحال اس قدر یکطرفہ ہو چکی تھی کہ پاکستان نے صرف عسکری ہی نہیں بلکہ انفارمشن اور ڈپلومیٹک وار میں بھی انڈیا کو چاروں شانے چت کر دیا تھا۔

اگر آپ 10 مئی 2025 کے بعد کا ایک ماہ دیکھیں تو عالمی میڈیا میں یہ سوالات زیر بحث ہی نہ تھے کہ کیا پاکستان نے واقعی طیارے کھوئے ہیں؟ کیا پاکستان کا واقعی بڑا جنگی نقصان ہوا ہے؟ پاکستان کے کتنے ایئربیس تباہ ہوئے؟ بلکہ پوری دنیا سے ہر طرح کے سوالات انڈین نقصانات کے حوالے سے ہی پوچھے جا رہے تھے۔

جہاں پاکستان کے حوالے سے یہ تک نہیں پوچھا جا رہا تھا 'کیا پاکستان کا کوئی ایک بھی طیارہ تباہ ہوا ہے؟' وہاں انڈیا کے حوالے سے یہ سوال مسلسل زیر گردش رہا، 'انڈیا کے پانچ طیارے تباہ ہوئے یا سات؟' انفارمشن کی اس جنگ میں انڈیا کے لیے صورتحال اس وقت مزید بدتر اور مضحکہ خیز ہوگئی جب انڈین ڈیفنس چیف نے صحافی کے جواب میں کہا:

'سوال یہ نہیں کہ طیارے تباہ ہوئے یا نہیں؟ بلکہ یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟'

ایک اور انڈین جنرل انہی دنوں بولے تو یہ شگوفہ چھوڑ دیا

'ہم اس جنگ سے سبق سیکھ رہے ہیں'

انفارمیشن وار کے اس دور میں ایسی لوز بال؟ ارے بھئی یہی تو پاکستان کہہ رہا تھا کہ ہم نے انڈیا کو ایسا سبق سکھا دیا ہے کہ یہ بھولے گا نہیں۔ مگر انڈیا کی مشکل یہ ہے کہ اس نے 1999 کی کارگل

جنگ میں سکھایا گیا سبق یاد کر کے 2019 میں پھر جنگی پنگا لیا تو پاکستان کسی نئے عسکری نصاب کا سبق اٹھا لایا، اور جب انڈین ملٹری نے بمشکل تمام 2019 والا سبق یاد کر کے 2025 میں آپریشن سندور لانچ کیا تو پاکستان ملٹی ڈومین وار فیئر جیسا بالکل ہی ماڈرن نصاب سامنے لے آیا۔

یوں آج کل انڈین ملٹری پچھلے سال مئی میں سکھائے گئے سبق کے رٹے تو لگا رہی ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان کسی اگلی مڈبھیڑ میں 7 مئی والے نصاب کے ساتھ سامنے آئے گا؟ ٹریک ریکارڈ تو کچھ اور ہی کہتا ہے۔ اور جو کہتا ہے، اس کے مطابق اگلی جھڑپ بھی ان شاءاللہ ہندوتوا کے وردی والے مودیوں کے لیے ایک بالکل ہی نیا سبق ثابت ہوگی۔

مطلب کیا ہوا اس بات کا؟ یہی کہ انڈین ملٹری بیسویں صدی میں کھڑی ہے، اور جنگوں کا شوق یہ اس پاکستان ملٹری کے خلاف رکھتی ہے جو خود کو 21 ویں صدی کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے خود کو مسلسل اپ گریڈ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے 27 برس میں جتنی بار بھی دونوں ممالک کی افواج کا سامنا ہوا، ہر بار انڈین ملٹری سمجھ ہی نہ پائی کہ چل کیا رہا ہے؟

ہر بار ایک ماہ تک یہ سر کھجاتے رہتے ہیں کہ پاکستان کی فوج نے ان کے ساتھ کر کیا دیا ہے؟ یہی وہ چیز جسے ملٹری اصطلاح میں اپنے دشمن سے کئی قدم آگے رہنا کہتے ہیں۔ مثلاً یہی نکتہ دیکھ لیجیے کہ جب انڈین ایئرفورس نے اپنے رافیل کے جواب میں پاکستان ایئرفورس کو چائنیز جے 10 سی شامل کرتے دیکھا ہوگا تو اس کے سوا کچھ سوچا ہوگا 'یہ چائنا مال سے فرنچ رافیل کا مقابلہ کریں گے؟ ہاہاہا' ایمان سے بتائیے ان کے وہم و گمان میں بھی رہا ہوگا کہ یہی چائنا مال ان کے رافیل کو انڈیا کی ناک بنا کر کاٹ ڈالے گا؟

آپ ذرا حکمت عملی پر ہی غور کر لیجیے، کیا انڈین طیاروں نے 6 اور 7 مئی کی درمیانی شب پاکستان کی فضائی حدود میں داخل ہونے کی کوشش کی؟ نہیں کی۔ کیونکہ کارگل جنگ اور 2019 کی جھڑپ سے یہ سبق سیکھ لیا تھا کہ پاکستان کی فضائی حدود میں داخل نہیں ہونا۔ مگر یہ بھی تو ہوسکتا تھا کہ پاکستان ایئرفورس ہی انڈیا میں داخل ہوجاتی۔ بالکل 2019 کی طرح جب پاک فضائیہ مقبوضہ کشمیر کے 'عسکری سیاحتی دورے' کے دوران ابھینندن کو بھی ساتھ کھینچ لائی تھی۔

چنانچہ اسی کا حل یہ رشین ایس 400 کی صورت کر کے اپنی طرف سے بالکل مطمئن بیٹھے تھے کہ اس بار پاک فضائیہ آئی تو بچ کر نہیں جائے گی۔ کیا ان کے پتا جی نے بھی سوچا تھا کہ اس بار پاک فضائیہ ماضی سے بھی زیادہ مہلک سبق سکھا دے گی؟ ان کا ایس 400 پاکستانی شاہینوں کے انتظار میں جمائیاں لے رہا تھا کہ اچانک اس پر یہ دیکھ کر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ فرنچ رافیل انڈین کوے بن کر کیوں ایک کے بعد ایک گر رہے ہیں؟ اور جب تک ایس 400 کو ہوش آتا، خود اس کا بھی کریا کرم ہو چکا تھا۔

آج ہم پچھلے مئی سے ایک سال کی مسافت پر کھڑے ہیں۔ ہمارا کہا انڈینز اور انڈینز کا کہا ہم مسترد کر سکتے ہیں۔ سو بیچ کی راہ اختیار کر کے یہ دیکھتے ہیں کہ بین الاقوامی ماہرین اس جنگ کے ممکنہ نتائج سے متعلق کیا کہتے ہیں؟ اگر یاد کیجیے تو اس محدود جنگ کے بعد جیو اسٹریٹیجی سے جڑے بین الاقوامی اداروں نے پہلا ہی بیانیہ یہ دیا تھا 'چائنیز ٹیکنالوجی نے مغربی ملٹری ٹیکنالوجی پر اپنی برتری ثابت کردی' اور یہ اس موقف کا ہی اثر ہے کہ پچھلے ایک سال کے دوران چائنیز ملٹری ایکسپورٹس میں بڑا اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔

لندن میں قائم آئی ایس ایس کی رپورٹ کے مطابق وہ چار روزہ جنگ انڈیا کی کولڈ اسٹارٹ ڈاکٹرائن کی ناکامی کی ایک مزید تصدیق ثابت ہوئی۔ اسی طرح امریکی تھنک ٹینکس کہہ چکے کہ اس جنگ کے نتیجے میں فوکس انڈو پیسفک سے ایک بار پھر کشمیر کی طرف شفٹ ہو گیا ہے جس سے امریکا کا کواڈ والا پلان بری طرح فیل ہو گیا ہے۔

ایک بہت ہی اہم چیز سفارتی محاذ پر ملنے والی کامیابیاں ہیں جن کا دائرہ اثر اس لمحہ موجود میں بھی وسعت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اگر یاد کیجیے تو 10 مئی 2025 کی فجر سے ہی پاکستان کے زمین سے زمین پر مار کرنے والے میزائل، پاک فضائیہ اور توپ خانہ انڈیا پر قہر بن کر ٹوٹ رہا تھا۔ خود انڈین میڈیا اعتراف کر رہا تھا کہ انڈین اسلحہ ڈپو، ایئربیسز، لوکل ملٹری ہیڈکوارٹرز ہی نہیں اڑائے جا رہے بلکہ پاکستان کی جانب سے سائبر وار فیئر کی بھی بڑی یلغار کا انڈیا کو سامنا ہے۔ جس سے کمانڈ اینڈ کنٹرول کا بحران سر اٹھا رہا ہے۔

ایسے میں صدر ٹرمپ نے اچانک اعلان کیا کہ انہوں نے دونوں ممالک کے بیچ سیز فائر کروا دیا ہے۔ عقل کی معمولی سی مقدار رکھنے والا بھی یہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ سیز فائر کی خیرات کس نے مانگی ہوگی؟ مگر انڈیا کے لیے تو بحران کچھ اور کھڑا ہو گیا۔

انڈین خارجہ پالیسی کا تو ایک اہم ستون ہی یہ رہا تھا کہ وہ کہا کرتے، ہم پاک انڈیا معاملات میں کسی تیسرے ملک کی مداخلت قبول نہیں کرتے۔ یوں ٹرمپ کے دعوے نے انڈین خارجہ پالیسی کی ناک کاٹ کر مودی کی ہتھیلی پر رکھ دی کہ اس کی خارجہ پالیسی منافقت پر کھڑی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مودی انکار کر کے پورا سال ٹرمپ کے ہاتھوں عالمی رسوائی کا سامنا کرتا رہا۔ سوال یہ ہے کہ اگر مودی نے ٹرمپ کے کہنے پر سیز فائر نہیں کیا تھا تو پھر 10 مئی کو پورا دن پڑنے والی مار کا بدلہ کیوں نہ لیا؟ اس نے وہ ادھار کس خوشی میں بخش دیا؟

انڈین موقف کے عین برخلاف پاکستان نے تسلیم کیا کہ ٹرمپ کے کہنے پر انڈیا کی مزید ٹھکائی روکی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری پروفائل غیر معمولی وزن اختیار کرتی چلی گئی۔ اتنا وزن کہ آج پاکستان اور سعودی عرب کے مابین دفاعی معاہدہ بھی روبعمل ہے، اور پاکستان ایران و امریکا کے بیچ ثالث کا کردار بھی ادا کر رہا ہے۔

کیا امریکا یا ایران میں سے کسی نے ایک بار بھی کہا کہ ہم نے سیز فائر پاکستان کے کہنے پر نہیں کیا؟ مودی کے بالکل برعکس ایرانی اور امریکی قیادت پاکستان کے ثالثی والے کردار کو برملا سراہ رہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی تیسرے ملک کی مداخلت تسلیم کرنے سے شان نہیں گھٹتی۔

لیکن اس تازہ صورتحال میں بھی مودی کا حال کیا ہے؟ مودی کو تو خود انڈین سیاستدان اور تجزیہ کار اس بات پر تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں کہ پاکستان علاقے کا سفارتی کنگ بنا ہوا ہے اور انڈیا گھر کا ہے نہ گھاٹ کا؟ اب ان کو کون سمجھائے کہ جب آپ پاکستان سے ملنے والی سفارتی تنہائی کو ختم کرنے کے لیے اسرائیل اور یو اے ای کے سہارے لیتے ہیں تو تنہائی ختم نہیں مزید بڑھتی ہے

# وزیراعظم شہباز شریف کی' اپنا گھر اسکیم': عوامی کے لیے رہائشی تحفہ

## عام آدمی کو ایک کروڑ روپے تک کا قرض آسان شرائط پر ملے گا

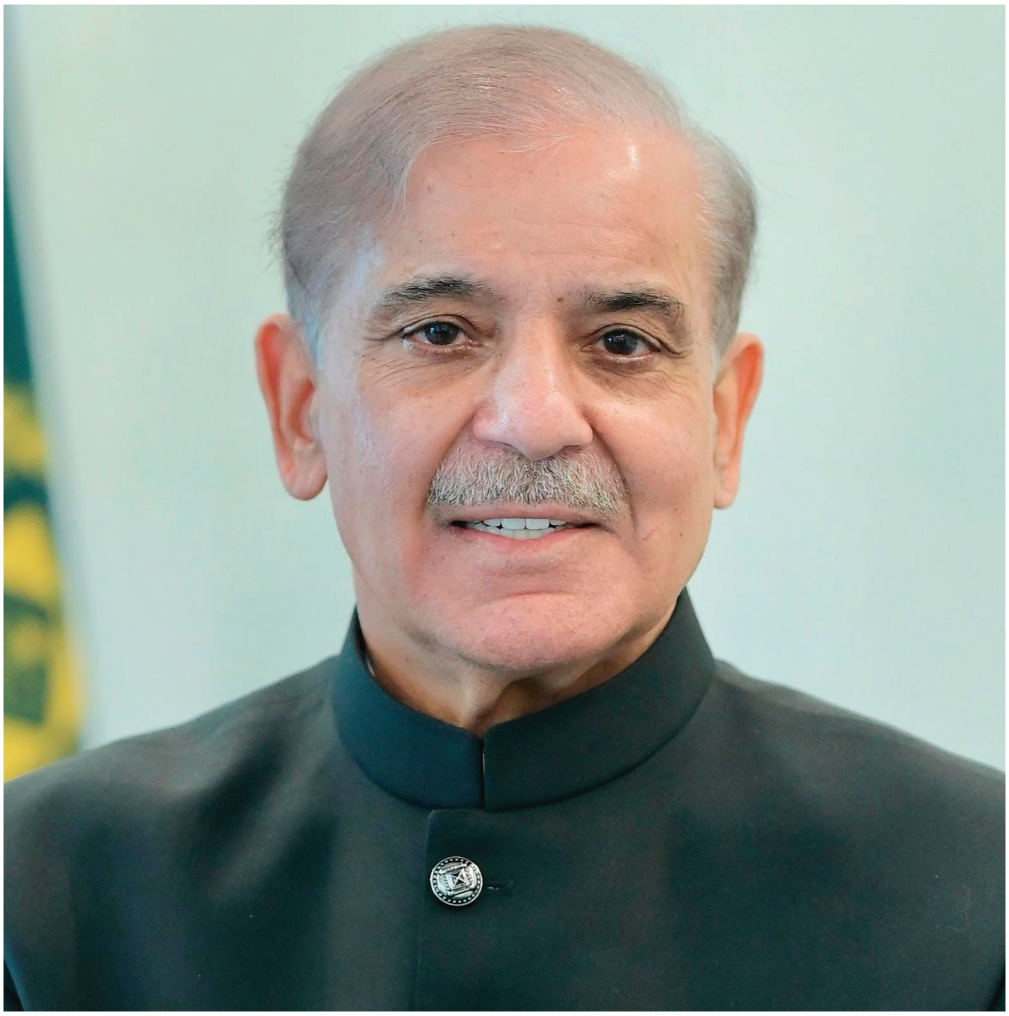

وزیراعظم محمد شہباز شریف نے ملک کے غریب و متوسط طبقے کو اپنی چھت کے حصول کے لئے "وزیراعظم اپنا گھر اسکیم" کا باقاعدہ اجراء کر دیا ہے جبکہ وزیراعظم نے کہا ہے کہ عام آدمی کو چھت فراہم کرنا حکومت کی اولین ترجیح ہے ،اسکیم کے تحت ایک کروڑ روپے تک کا قرض آسان شرائط پر دستیاب ہوگا ، پہلے سال 50 ہزار گھروں کا ہدف مقرر کیا گیا ہے ،آئندہ چار برسوں میں ہدف 5 لاکھ گھروں کا ہوگا 10 ، مرلے تک گھر تعمیر کئے جاسکیں گےاور اس کے لئے فنانسنگ کا حجم 3.2 کھرب روپے ہوگا ،قرضے کی واپسی کی مدت 20 سال ہوگی پہلے 10 سال مارک اپ 5 فیصد اور اگلے 10 سال مارک اپ مارکیٹ کی شرح کے مطابق ہو گا۔ا اسکیم کا اطلاق وفاقی دارالحکومت اسلام آباد سمیت چاروں صوبوں، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر میں بھی ہوگا، تعمیراتی شعبے سے معیشت کا پہیہ چلتا ہے حکومت برآمد کنندگان کی حوصلہ افزائی کر رہی ہےٹیکنالوجی ،اسکیم پر عملدرآمد کا ہر مہینے خود جائزہ لوں گا۔

انہوں نے ان خیالات کا اظہار وزیراعظم اپنا گھر اسکیم کے اجرا کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔تقریب میں نائب وزیراعظم و وزیر خارجہ محمد اسحاق ڈار ، وفاقی وزرا ، ارکین پارلیمنٹ اور دیگر اہم شخصیات نے شرکت کی۔وزیراعظم نے اپنا گھر اسکیم کے تحت قرض حاصل کرنے والے کامیاب امیدواروں کو مبارکباد دی ۔انہوں نے کہا کہ "وزیراعظم اپنا گھر اسکیم" کے اجرا کی تقریب میں شرکت میرے لئے باعث مسرت ہے ، عوام کو اپنا گھر فراہم کرنا کسی بھی حکومت اور ریاست کا بنیادی اور مقدس فریضہ ہے ، پاکستان کی 24 کروڑ آبادی میں سے بڑی تعداد اپنی چھت سے محروم ہے ، اس حوالے سے آج کی یہ تقریب انتہائی یادگار ہے ، اس اسکیم کے اجراء کے لئے بہت زیادہ محنت کی گئیہے اور بہت سے مسائل درپیش تھےلیکن انہیں نجی شعبے کی مشاورت اور دیگر متعلقہ افراد اور حکام کے تعاون سے حل کیا گیا ہے۔

وزیراعظم نے کہا کہ ایک نوجوان ڈرائیور غلام حسین کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر بنانے کا موقع فراہم کیا ہے اور اسے قرض ملا ہے، چیک حاصل کرنے والوں میں آزاد کشمیر اور خیبر پختونخوا کے لوگ بھی شامل ہیں ،اس اسکیم کا اطلاق وفاقی دارالحکومت اسلام آباد سمیت چاروں صوبوں، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر میں بھی ہو گا۔وزیراعظم نے کہا کہ "گھر ہو تو اپنا" اس اسکیم کا تسلسل ہےجس کا میں نے پنجاب سے آغاز کیا تھا اور اس کا نام آشیانہ رکھا گیا تھا اور اس کا موثر آغاز کیا گیا تھا اور مختلف مقامات پر خود اس اسکیم کا سنگ بنیاد رکھا اور چابیاں لوگوں کے حوالے کیں۔

وزیراعظم نے کہا کہ اس اسکیم کے تحت پہلے سال 50 ہزار گھروں کا ہدف مقرر کیا گیا ہےجس کے لئے 321 ارب روپے مختص کئے گئے ہیں ،بھرپور تعاون اور معاونت پر وفاقی وزیر خزانہ، وفاقی وزیر ہاؤسنگ اور گورنر سٹیٹ بینک کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔آئندہ چار برسوں میں ہمارا ہدف 5 لاکھ گھروں کا ہوگا۔اسکیم کے تحت 10 مرلے تک گھر تعمیر کئے جاسکیں گےاور اس کے لئے فنانسنگ کا حجم 3.2 کھرب روپے ہوگا۔

وزیراعظم نے کہا کہ وہ ہر مہینے اس اسکیم کا جائزہ لیں گے تا کہا گر کسی قسم کی کوئی رکاوٹ ہو تو اسے دور کیا جائے اور ادائیگیاں بروقت ہوں ، وزیراعظم اپنا گھر اسکیم کے تحت قرض کے حصول کا طریقہ کار آسان بنایا گیا ہے۔قرضے کی واپسی کی مدت 20 سال ہوگی پہلے 10 سال مارک اپ 5 فیصد اور اگلے 10 سال مارکیٹ کی شرح کے مطابق ہوگا، ایک کروڑ روپے تک قرضہ لیا جاسکے گا ،زیادہ قرضہ فراہم کرنے والے بینکوں کو 14 اگست کو قومی ایوارڈ دیا جائے گا اور جو بینک اس میں کوتاہی کا مظاہرہ کریں گے ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوگی۔

وزیراعظم نے کہا کہ آئندہ بجٹ میں بھی مختلف اسکیموں کو شامل کیا جائے گا۔انہوں نے کہا کہ تعمیراتی شعبے سے معیشت کا پہیہ چلتا ہے،اس سے بہت سے شعبے جڑے ہوتے ہیں،اس سے ہماری صنعت وحرفت کو ترقی ملتی ہے اور لوگوں کو روزگار کے مواقع میسر آتے ہیں۔

وزیراعظم نے کہا کہ حکومت برآمد کنندگان کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے، چند ماہ قبل ملک کے ممتاز برآمد کنندگان میں ٹرافیاں تقسیم کیں اور انہیں ملک کے عمومی سفیر بھی بنایا جبکہ ان کے لئے 2 سال کے بلیو پاسپورٹ کا بھی اجرا کیا۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے وفاقی وزیر ہاؤسنگ وتعمیرات ریاض حسین پیرزادہ نے کہا کہ ایک سال کی انتھک محنت کے بعد وزیراعظم اپنا گھر اسکیم کا اجراء کیا جارہا ہے۔اپنا گھر تعمیر کرنے کے خواہش مند افراد کے لئے یہ حکومت کا تحفہ ہے ۔اسکیم کے اجراء میں وزیراعظم کی خصوصی دلچسپی ہمارے لئے مشعل راہ ہے ۔ وزیراعظم اپنا گھر اسکیم کے کامیاب اجراء پر میری ٹیم کی انتھک محنت قابل ستائش ہے،اسکیم کے لئے نائب وزیراعظم اور وزیر خزانہ سمیت کابینہ ارکان کا بھرپور تعاون رہا۔اسکیم سے لوگوں کو باعزت اور محفوظ رہائش میسر آئے گی ۔تقریب میں وزیراعظم اپنا گھر اسکیم کا باقاعدہ اجراء کیا۔اس موقع پر وزیراعظم نے اپنا گھر اسکیم کے تحت اہل افراد میں مختلف بینکوں کے چیک بھی تقسیم کئے۔

# پاکستان نے جنگ بندی میں توسیع کرادی؟

## آبنائے ہرمز کی ناکہ بندی،فریقین کی ہٹ دھرمی مذاکرات میں تعطل کا باعث

اسلام آباد میں ایران امریکا مذاکرات کا دوسرا دور مختلف نکات پر اختلافات رائے کے باعث تاحال منعقد نہیں ہوسکا، تاہم ڈونلڈ ٹرمپ نے پاکستان کی درخواست پر جنگ بندی میں توسیع کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ وزیراعظم پاکستان اور فیلڈ مارشل نے متفقہ تجاویز پر مشاورت تک حملے نہ کرنے کی درخواست کی ہے۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ ایرانی بندرگاہوں کی ناکہ بندی جاری رہے گی اور فوج کو ضرورت پڑنے پر ایران پر حملہ کرنے کیلئے تیار رہنے کا حکم دیا ہے۔

ان کے مطابق ناکہ بندی سے ایران کو پانچ سو ملین ڈالر روزانہ نقصان ہو رہا ہے ہم سے رابطہ کیا گیا کہ آبنائے ہرمز کھولیں میں نے کہا کہ اگر ہم نے ہرمز کھولی تو پھر امریکا مذاکرات میں کامیابی حاصل نہیں کرسکے گا۔ہم نے ایران کو قریباً تباہ اور ایرانی قیادت کو ختم کر دیا ہے اور ایران نے ہماری تجاویز نہ مانیں تو باقی ایران اور قیادت کو بھی ختم کر دیں گے۔

امریکا نے ایران کو فوجی امداد فراہم کرنے والی کئی شخصیات اور کمپنیوں پر بھی پابندی لگا دی ہے اور عراق کیلئے امدادی پروگرام کو بھی معطل کر دیا ہے۔

پاکستان کے وزیراعظم اور فیلڈ مارشل نے جنگ بندی میں توسیع پر صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان اختلافات کو کم کر کے فریقین کو مذاکرات کی میز پر لانے کیلئے کوششیں جاری رکھے گا اور دونوں ملکوں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ لچک کا مظاہرہ کرتے ہوئے سنجیدگی

سے مذاکرات کے ذریعے تنازع کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ادھر ایران نے امریکا کی طرف سے جنگ بندی کو بے معنی قرار دیتے ہوئے اسے اچانک ایران پر دوبارہ حملہ کرنے کی چال قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ایران جنگ کا جواب دینے کیلئے تیار رہے اور ایرانی بندرگاہوں کی ناکہ بندی کے خاتمے اور ایرانی بحری جہاز اور اس کے عملے کی رہائی تک مذاکرات شروع نہیں ہو سکتے۔ امریکا ہمیں دھمکیوں اور دباؤ کے ذریعے مذاکرات کی میز پر شکست دینا چاہتا ہے لیکن ہم دباؤ اور دھمکیوں کے ماحول میں مذاکرات نہیں کر سکتے۔ ہم امریکی شرائط کو تسلیم نہیں کرتے۔ اسی دوران امریکا ایران مذاکرات کے دوسرے دور کیلئے پاکستان کی زبردست سفارتی کوششیں جاری ہیں۔

وزیر خارجہ نے امریکی چینی اور دیگر ممالک کے سفارت کاروں سے ملاقاتیں کی ہیں اور عرب اور دیگر ممالک کی قیادت سے بھی رابطے جاری ہیں۔ دنیا کے امن پسند ممالک پاکستانی قیادت کی ان کوششوں کو سراہتے ہوئے اس کی حمایت کر رہے ہیں۔ ادھر اسرائیل نے اپنی پرانی روش کے مطابق جنگ بندی کے باوجود لبنان پر حملے جاری رکھے ہوئے ہیں جنہیں روکنے کیلئے ایران کے علاوہ یورپی ممالک کی طرف سے بھی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔

اس کے علاوہ ٹرمپ پر بھی اندرونی اور بیرونی طور پر ایران سے جنگ دوبارہ شروع نہ کرنے کا دباؤ ہے۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ ٹرمپ ٹویٹ ڈپلومیسی کی بھرمار کر کے ایران پر اپنی شرائط کے مطابق معاہدہ کرنے کا دباؤ بنانے کی کوششیں میں مصروف ہیں تو دوسری طرف ایرانی قیادت ان کے دباؤ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے سخت جوابی بیانات دے رہی ہے۔

بظاہر تو یہ جنگی حالات اپنے عوام کے عزم کو قائم رکھنے اور مخالف پر دباؤ بڑھانے کیلئے معمول کی بات ہے لیکن یہ بیانات اور ناکہ بندی جیسے اقدامات مذاکرات کے ماحول کو سبوتاژ کرنے اور خاص طور پر ناکہ بندی کے دوران ایرانی جہاز پر قبضے جیسے اقدامات جنگ کو دوبارہ شروع کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔

اس سے قبل گیارہ، بارہ اپریل کو اسلام آباد میں ایرانی وفد کے ساتھ 21 گھنٹے کی طویل بات چیت کے اختتام پر امریکی نائب صدر جے ڈی وینس نے کہا تھا کہ 'اچھی خبر یہ ہے کہ ہماری اور ایرانی سفارتکاروں کی براہ راست بات چیت ممکن ہوئی ہے۔' لیکن پھر جے ڈی وینس نے وہ 'بری خبر' دی جس پر انھوں نے اپنا اسلام آباد کا دورہ ختم کیا۔ 'ہمارا ایرانیوں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہو پایا۔ انھوں نے ہماری پیشکش قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ ہم بغیر ڈیل کے واپس جا رہے ہیں۔ رواں ماہ کی 11 تاریخ کو شروع ہو کر 12 کی صبح ختم ہونے والے اسلام آباد مذاکرات کے بعد امریکی اور ایرانی وفود نے اسلام آباد میں 'مذاکرات کی فضا' کو حوصلہ افزا تو قرار دیا لیکن مذاکرات کی ناکامی کے لیے ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرایا۔ جے ڈی وینس کے مطابق ایران جوہری افزودگی کو لمبے عرصے تک ترک کرنے کی امریکی شرط سے متفق نہیں تھا جبکہ تہران نے کہا کہ 'امریکی وفد نے غیر معقول یا نامناسب مطالبات سامنے رکھے۔' تہران نے یہ بھی الزام عائد کیا کہ دونوں فریقین کسی معاہدے کے قریب تھے جب 'امریکی وفد نے اس عمل کو سبوتاژ کیا۔' جے ڈی وینس کی اسلام آباد میں الوداعی بریفنگ کے 'بری خبر' والے حصے کو لے کر ایک عمومی تاثر یہ سامنے آیا کہ شاید دونوں کا مذاکرات کی میز پر دوبارہ واپس آنا مشکل ہوگا۔

تاہم امریکا ایران مذاکرات کے میزبان پاکستان نے جے ڈی وینس کے 'اچھی خبر' والے حصے پر توجہ مرکوز کی اور پاکستانی حکام کے بیانات نے فوری طور پر اس کے لیے راہ ہموار کرنا شروع کی۔ پاکستانی وزرا نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس بیانیے کی حوصلہ افزائی کرنا شروع کہ 'مذاکرات اگر کامیاب نہیں ہوئے تو ناکام بھی نہیں ہوئے۔ پھر واشنگٹن اور تہران دونوں کی طرف سے ایک ممکنہ دوسرے راؤنڈ کے حوالے سے مثبت اشارے ملتے ہی پاکستان کی اعلیٰ قیادت خود حرکت میں آئی۔ رواں ماہ پہلے پہل پاکستان کے ذریعے ایران اور امریکا کے درمیان پیغامات کا تبادلہ ہوا۔ ایرانی حکام نے اس کی تصدیق کی۔ اس کے بعد پاکستانی فوجی اور سویلین قیادت لگ بھگ ایک ہی وقت میں ایران اور مشرق وسطیٰ کے دوروں پر روانہ ہوئی۔ پاکستان کے آرمی چیف فیلڈ مارشل عاصم منیر کا جہاز گزشتہ ہفتے بدھ کے روز تہران میں اترا۔ دوسری طرف پاکستان کے وزیر اعظم شہباز شریف اسی روز سعودی عرب، قطر اور ترکی کے دوروں پر روانہ ہو گئے۔

ادھر امریکا میں صدر ڈونلڈ ٹرمپ خود یہ کہتے سنائی دیے کہ پاکستان کی مدد سے ایران کے ساتھ

مذاکرات کا دوسرا دور ہونے کے امکانات ہیں اور اگر ایسا ہوتا ہے تو امریکا ان مذاکرات کی میزبانی کے لیے پاکستان ہی کا انتخاب کرے گا۔ پاکستانی قیادت کا ایران اور مشرق وسطیٰ میں قیام جاری تھا کہ اس کے دوران خطے میں جنگ سے جڑی اہم پیش رفت سامنے آئی۔ اسرائیل لبنان سے جنگ بندی کیلئے تیار ہوگیا اور بعد ازاں اسرائیل اور لبنانی حکومت کے مابین مزاکرات بھی شروع ہوگئے ’لبنان میں جنگ بندی‘ ایران اور امریکا مذاکرات کے پہلے دور کے شروع ہونے سے پہلے ایران کی طرف سے دو دیرینہ مطالبات میں سے ایک کے طور پر سامنے آیا تھا۔ پھر جمعے کے روز ایران کے وزیر خارجہ عباس عراقچی نے ’ایکس‘ پر پیغام میں اعلان کیا کہ ایران نے آبنائے ہرمز ہر قسم کے جہازوں کے لیے کھول دی ہے۔

یہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا دیرینہ مطالبہ تھا۔ خیال رہے کہ پاکستان کے آرمی چیف اس وقت ایران ہی میں موجود تھے۔ اس وقت تک ان کی ایرانی وزیر خارجہ عراقچی اور مذاکرات کے پہلے دور میں ایرانی وفد کی قیادت کرنے والے ایرانی پارلیمان کے سپیکر باقر قالیباف سے ملاقاتیں ہو چکی تھیں اور وہ پاسداران انقلاب کے ہیڈکوارٹر کا دورہ بھی کر چکے تھے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے فوری طور پر ٹروتھ سوشل پر اپنے پیغام میں ’ایران کا شکریہ‘ ادا کیا۔ انھوں نے ایک الگ پیغام میں پاکستان، پاکستان کے وزیراعظم اور فیلڈ مارشل کا بھی شکریہ ادا کیا کہ وہ بہت بہترین کام کررہے ہیں۔

تجزیہ نگاروں کے مطابق ان دونوں معاملات پر بات چیت کا آغاز تو پہلے ہی ہو چکا تھا تاہم اس عمل کو مزید بڑھاوا پاکستان کے آرمی چیف فیلڈ مارشل عاصم منیر کی ایران میں موجودگی اور وہاں ان کی سرگرمی کی وجہ سے ملا۔ آبنائے ہرمز کے کھولنے کے اعلان نے بنیادی طور پر مزاکرات کے دوسرے دور کے لیے راہ ہموار کی۔ یہ پہلے سے پائپ لائن میں تھے لیکن پاکستانی آرمی چیف کے دورہ ایران نے ان معاملات کو مزید تیز کیا۔

یہ پہلو اہم ہے کہ پاکستان کے آرمی چیف کے دورہ ایران کا کچھ نہ کچھ نتیجہ ضرور نکلے گا۔ چاہے وہ مستقبل کے لیے ایک فریم ورک کی صورت میں سامنے آئے یا پھر امریکا اور ایران کے درمیان تمام معاملات ایک ہی بار حل ہو جائیں دیر سویر سے اس کا کچھ نتیجہ ضرور ہوگا۔

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے صحافیوں سے بات کرتے ہوئے یہ بھی اشارہ دیا ہے کہ اگر مذاکرات کے دوسرے دور کے نتیجے میں ان کی ایران کے ساتھ ڈیل ہو جاتی ہے تو ہوسکتا ہے کہ میں اسلام آباد جاؤں، دستخط کرنے کے لیے۔ امریکی صدر نے دعویٰ کیا کہ ایران نے ان کے لگ بھگ تمام مطالبات تسلیم کر لیے ہیں اور اب ان کے درمیان ڈیل نہ ہونے کی زیادہ تر وجوہات ختم ہوگئی ہیں۔ تاہم ایران نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ ایران میں سخت موقف رکھنے والے حلقے نے ان بیانات کو تنقید کا نشانہ بھی بنایا ہے۔

ایرانی پارلیمان کے سپیکر باقر قالیباف نے منگل کی صبح بیان دیا ہے کہ ’ایران دھمکیوں کے سائے میں مذاکرات کو قبول نہیں کرتا۔‘ ’ایکس‘ پر اپنی پوسٹ میں انھوں نے کہا کہ ’ٹرمپ جنگ بندی کی خلاف ورزی اور ناکہ بندی کے ذریعے مذاکرات کو ہتھیار ڈالنے کی میز میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں یا اپنی اشتعال انگیزی کا جواز پیش کرنا چاہتے ہیں۔

انھوں نے مزید لکھا کہ ’ہم دھمکیوں کے سائے میں مذاکرات کو قبول نہیں کرتے اور پچھلے دو ہفتے میں ہم نے میدان جنگ میں نئے پتے لانے کی تیاری کی ہے۔‘ ’اگر آپ کا جہاز آگے بڑھا تو نشانہ بنائیں گے‘ ایرانی پارلیمنٹ کے سپیکر باقر قالیباف نے ایران کے پریس ٹی وی سے ایک حالیہ گفتگو کے دوران بتایا کہ اسلام آباد میں امریکا کے ساتھ ان کے مذاکرات کے دوران انھوں نے امریکی وفد کو یہ واضح طور پر بتا دیا تھا کہ مائنز تباہ کرنے والے امریکی جہاز کی آبنائے ہرمز کے قریب موجودگی کو وہ جنگ بندی معاہدے کی خلاف ورزی تصور کرتے ہیں۔

’ہم نے انھیں بتایا کہ اگر آپ کا مائن سوپیر جہاز ذرا سا بھی آگے بڑھا تو ہم ضرور اس کو نشانہ بنائیں گے۔‘

قالیباف نے پریس ٹی وی سے بات چیت کرتے ہوئے بتایا کہ اس کے بعد امریکی وفد نے 15 منٹ کا وقت مانگا کہ وہ جہاز کو پیچھے ہٹنے کے احکامات دلوا رہے ہیں۔

’اور پھر ایسا ہی ہوا۔ قالیباف نے پریس ٹی وی پر گفتگو کے دوران بتایا کہ اسلام آباد میں مذاکرات کے پہلے دور میں ایران اور امریکا کے درمیان موجود عدم اعتماد ختم نہیں ہوا تاہم دونوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع ملا۔ ان کا کہنا تھا کہ مذاکرات کے اس دور میں دو بنیادی نکات پر ایرانی اور امریکی وفود کے درمیان اختلافات ہوئے وہ ’آبنائے ہرمز کی بندش اور ایران کے جوہری توانائی کے عزائم کو لے کر ہوئے۔‘

ان کا کہنا تھا کہ جنگ بندی کے معاہدے اور مذاکرات کے آغاز کے لیے یہ طے کیا گیا تھا کہ لبنان میں جنگ بندی اس معاہدے کا حصہ ہو گی۔ یہ پہلو اہم ہے کہ ایران کے وزیر خارجہ کے آبنائے ہرمز کھولنے کے بیان کے چند ہی منٹ بعد امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے اس کے جواب میں ایران کا شکریہ ادا کیا۔ تاہم ٹرمپ کے ایک اور بیان نے حالات کا رخ ایک مرتبہ پھر موڑ دیا۔ انھوں نے کہا کہ امریکا کی طرف سے ایرانی پورٹس کی بندش اس وقت تک جاری رہے گی جب تک ایران کے ساتھ صد فیصد معاملات طے نہیں پا جاتے۔

اس پر سنیچر کے روز ہی ایران کی بحریہ نے اعلان کیا کہ انھوں نے آبنائے ہرمز ایک مرتبہ پھر بند کر دی ہے ’کیونکہ امریکا کی طرف سے معاہدے کا پاس نہ کرتے ہوئے ایران پورٹس کی ناکہ بندی جاری ہے۔ دوسرے ہی روز صدر ٹرمپ نے ایک اعلان میں بتایا کہ امریکی نیوی نے آبنائے ہرمز سے گزر کر امریکی ناکہ بندی کی کوشش کرنے والے ایک ایرانی پرچم والے ٹینکر کو نشانہ بنانے

کے بعد قبضے میں لے لیا ہے۔ ٹرمپ کے مطابق 'اس ٹینکر کو رکنے کا کافی موقع دیا گیا تاہم اس نے ان وارننگز پر دھیان نہیں دیا جس کے بعد امریکی میرینز نے اس ٹینکر کے انجن والے کمرے کو متعدد بار نشانہ بنا کر اسے اسی مقام پر روک دیا اور بعد میں اس پر سوار ہو کر اسے قبضے میں لے لیا ہے۔

ایران نے کہا ہے وہ اس امریکی کارروائی کا جواب دے گا۔ ساتھ ہی ایران کی طرف سے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ جب تک امریکی کی طرف سے اس کی بحری ناکہ بندی جاری رہے گی وہ مذاکرات کے دوسرے دور میں حصہ نہیں لے گا۔

چین نے بھی اس ٹینکر کو قبضے میں لئے جانے پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔

ٹرمپ کے مطابق اس ٹینکر میں چین کی طرف سے ایران کیلئے کچھ تحائف بھیجے جا رہے تھے۔ لیکن اس سب کے باوجود بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امریکا اور ایران دونوں میں اب دوبارہ جنگ شروع کرنے کی طرف مائل نظر نہیں آتے اور امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ جو کچھ عوام کے سامنے ایران کے حوالے سے کہہ رہے ہیں، اس پر ایران کے تحفظات فطری ہیں۔

ایران چاہتا ہے کہ وہ یہ ظاہر نہ کرے کہ وہ جنگ بندی اور اس کے حوالے سے کسی ڈیل کے لیے بے تاب ہے۔ وہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ نہیں بلکہ امریکا جنگ ختم کرنے کے لیے بے تاب ہے اور کوشش کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ ایران کی طرف سے آبنائے ہرمز کو دوبارہ بند کیا گیا اور اس کے بعد ایران میں سخت گیر حلقے کی طرف مزید سخت بیانیہ اپنایا گیا ہے۔ تاہم 49 سالہ اس تنازعے میں اختلافات کی یہ شدت اور مذاکرات میں تعطل کوئی انہونی بات نہیں ہے اور تاریخ بتاتی ہے کہ ان معاملات کا حل اتنا مشکل نہیں ہے اور یہ بالآخر ایران اور امریکا کو دوبارہ مذاکرات کی میز پر آنے کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتے۔

ادھر وزیراعظم شہباز شریف مشرق وسطی کے دورے پر پہلے سعودی عرب، وہاں سے قطر اور آخر میں ترکی میں انا طالیہ پہنچے۔ ان دوروں میں انھوں نے ان تین ممالک کی اعلی قیادت سے ملاقات کی۔ شہباز شریف نے ترکیہ میں ایک ڈپلومیسی فورم کے دوران خطے کے کئی دیگر سربراہان سے بھی ملاقاتیں کیں۔

شہباز شریف کے ان دوروں کے دو مقاصد نظر آتے ہیں۔ ایک تو وہ چاہتے ہیں کہ جب ایران اور امریکا کے درمیان کوئی معاہدہ اسلام آباد میں طے پا رہا ہو اس وقت ان ممالک کی نمائندگی وہاں موجود ہو۔ شہباز شریف چاہیں گے اس عمل کے جتنے ریجنل شراکت دار ہوں اتنا اچھا ہے کیونکہ جب یہ تمام شراکت دار اس کی ذمہ داری لیں گے

تو کل کو اگر کچھ غلط ہوتا ہے تو اکیلا پاکستان ہی مشکل میں نہیں ہوگا۔ پاکستانی وزیراعظم کے ان ممالک کے اس موقعے پر دورے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خطے میں ایک نیا اتحاد سامنے آ رہا ہے۔ جنگ کے بعد خطے میں امریکی اتحاد کے خدوخال بدلیں گے اور ان میں پاکستان کے کردار میں اضافہ ہوگا۔

### مذاکرات، جنگ اور پھر مذاکرات

عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ جنگ مسئلے کا حل نہیں ہے اور مذاکرات ہی در اصل مسائل کا حل ہے۔ یہاں تک تو یہ بات درست ہے لیکن یہ مکمل ترتیب نہیں ہے، مکمل ترتیب ہے مذاکرات، جنگ اور پھر مذاکرات۔ آپ چاہے تو دوسرے مذاکرات سے پہلے لفظ دیرپا بھی لگا سکتے ہیں۔

اب آپ ہی بتائیں کہ کیا جنگ کے بغیر صدر ٹرمپ جنگ بندی کرتے؟ جو وہ اب تک ایک سے زائد بار کر چکے ہیں اور لگتا ہے کہ آگے بھی کرتے رہے گے کہ جب تک معاہدہ نہیں ہو جاتا۔ ہم جنگ بندی کی شرائط کی اس وقت بات نہیں کرتے کیوں کہ موجودہ حالات میں وہ بہت دفعہ بدل چکی ہے لیکن ہر بار اس کا فائدہ ایران کو ہی ہوا ہے۔ یہ اس لیے ممکن ہوا کیوں کہ جنگ میں ایران نے اپنی جنگی حکمت عملی اور صلاحیت کے ساتھ ساتھ اپنے صبر، حوصلے، استقامت اور شجاعت کا بھی مظاہرہ کیا کہ جس کی وجہ سے آج امریکا کو زیادہ تر ایران کی شرائط پر جنگ بندی کی ہزیمت برداشت کرنی پڑی ہے۔

ایران سے جنگ بندی کو امریکی صدر نے اپنی مکمل اور جامع فتح قرار دیا ہے بالکل ایسے ہی جیسے اس نے ویتنام اور افغانستان سے نکلتے ہوئے کہا تھا۔ یہ دنیا جانتی ہے کہ دونوں اس کے لیے ڈراؤنے خواب ثابت ہوئے اور امریکا کو اس سے سبق لینا چاہیے تھا کیوں کہ امریکا کے لیے افغانستان ہی ویتنام تھا اور ایران اس کے لیے ایک نیا افغانستان ثابت ہوا ہے۔ اب امریکا کے ساتھ جو کچھ ویتنام اور افغانستان میں ہوا تھا اس تناظر میں صدر ٹرمپ کے جامع اور مکمل فتح والے بیان سے ہم دردی تو کی جا سکتی ہے لیکن اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔

ہم تو آپ کو یہ بھی بتا سکتے کہ اس جامع اور مکمل فتح کا آغاز کہاں سے ہوا تھا؟ اس کا آغاز اس سے ہوا تھا جب امریکی صدر نے ایران جنگ شروع کرنے کا الزام اپنے ڈیفنس سیکرٹری پیٹ ہیگسیتھ کو دیا تھا، دل چسپی کی بات یہ ہے کہ یہ وہ وقت تھا جب امریکی صدر اپنی فتح کے دعوے کر رہے تھے۔ اب کوئی بھلا ان کو بتائے کہ جیتنے والے الزام نہیں لگاتے بلکہ وہ ہارنے والے ہوتے ہیں کہ جو الزام لگاتے ہیں۔

آیئے ہم اور آپ مل کر دیکھتے ہیں کہ جنگ سے پہلے کیا حالات تھے؟ اور اس وقت زمینی صورت حال کیا ہیں؟ اس جنگ سے پہلے امریکا نہ صرف ہر وقت ایران کو دھمکیاں دیتا تھا بلکہ اس نے ایران کی جوہری تنصیبات پر حملہ بھی کیا تھا۔ اب امریکا کو ایران کا ایک آزاد ملک کی حیثیت سے اس کے جوہری حق کو تسلیم کرنا ہوگا۔ مانا کے ایران کی پہلے سے افزودہ کی ہوئی یورینیم ایران کے پاس نہیں رہے گی اور وہ کس ملک کے پاس رکھوائی جائے گی؟ اس کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔ جنگ سے پہلے آبنائے ہرمز کھلا تھا اور اس پر کوئی محصول بھی نہیں تھا۔ آج ایران عمان کے ساتھ مل کر محصول کا دعوی کر رہا ہے۔

ہر چند کے اس وقت امریکا نے آبنائے ہرمز کی ناکہ بندی کی ہوئی ہے لیکن یہ بات سب کو پتا ہے کہ یہ اس مسئلے کا مستقل حل نہیں ہے اور اس ناکابندی سے خود امریکا اور اس کے حواریوں کو زیادہ نقصان ہو رہا ہے اور آج نہیں تو کل اس کو حل کرنا ہوگا کہ جس میں ایران کے حق محصول کو کلیدی حیثیت حاصل ہوگی۔ امید کی جا رہی ہے کہ مستقبل

میں ایران کے تیل کی فروخت پر بھی پابندی میں بھی نرمی ہوسکتی ہے۔ اب امریکا اور اسرائیل کو ایران سے بات کرتے ہوئے نہ صرف اپنا لب و لہجہ تبدیل کرنا پڑے گا اور وہ یوں منہ اٹھا کر ایران پر حملہ بھی نہیں کر سکے گے کیوں کہ اب انھیں پتا چل گیا ہے کہ اس میں ان کا منہ بھی ٹوٹ سکتا ہے۔ ایرانی اثاثے کہ جس کو امریکا منجمد کر کے بیٹھا ہوا تھا اب اس پر بھی بات چیت شروع ہوگئی ہے اور حتمی معاہدے کے بعد امید بن رہی ہے کہ ایران کو اپنے یہ اثاثے بھی واپس مل سکتے ہیں۔ اس سب کے بعد بھی اگر امریکا اس کو اپنی مکمل اور جامع فتح قرار دے رہا ہے تو اس پر صرف یہ محاورہ ہی بولا جاسکتا ہے کہ ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' اب آپ ہی بتائیں کہ کیا امریکا نے یہ سب سوچا تھا کہ اس کو جنگ بندی کی صورت میں یہ صورت حال پیش آئے گی اور اس کو شرائط کے طور پر یہ سب کچھ ماننا ہوگا؟ بالکل بھی نہیں بلکہ یہ سب ممکن ہی اس جنگ کی وجہ سے ہوا ہے۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ امریکا ہر قیمت پر جنگ بندی چاہتا تھا اور اس کی یہ شکست اس کے لب ولہجے سے عیاں ہے۔ صدر ٹرمپ جتنا سخت لب ولہجہ اپناتے ہیں اس کا بالکل الٹ اثر ہوتا ہے کیوں کہ دنیا کو ان کی کمزوری کا یقین ہوگیا ہے۔ اب تو امریکی ذرائع ابلاغ میں (TACO) کا استعمال روزمرہ ہونے لگا ہے۔

صدر ٹرمپ جتنی بڑی دھمکی دیتے ہیں معاہدے کی بات چیت کی زبان کے مطابق ان کو جنگ بندی کی ضرورت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔ دنیا مانتی ہے کہ جنگ نہیں بلکہ مذاکرات ہی اصل حل ہے لیکن بعض اوقات ایک ضدی غنیم کو مذاکرات کی میز پر لانے کے لیے جنگ ناگزیر ہوتی ہے۔ اسی لیے ہمارے مطابق مذاکرات کی صحیح ترتیب یہ ہے مذاکرات، جنگ اور پھر مذاکرات ہے۔

اب جب کہ مذاکرات کا ایک دور ہو چکا ہے جو کہ غیر حتمی رہا اور دونوں فریق معاہدے کے قریب آتے آتے دور ہوگئے۔ دوسرے دور پر اس وقت غیر یقینی کیفیت چھائی ہوئی ہے لیکن امید ہے کہ جلد دور ہوجائے گی اور ہوسکتا ہے کہ یہ تحریر چھپنے تک دوسرا دور ہو رہا ہو یا کوئی اور فیصلہ ہو چکا ہو، کیوں کہ دونوں فریق جنگ نہیں چاہتے۔ امریکا تو بالکل بھی جنگ نہیں چاہتا بلکہ شاید اب اس میں پہلے والا دم خم بھی نہیں رہا کیوں کہ اس کو پتا ہے کہ پوری دنیا میں سوائے اسرائیل کے کوئی اس جنگ میں اس کے ساتھ نہیں ہے۔

اگلے دنوں یا ہفتوں میں کیا معاہدہ ہوتا ہے؟ اور یہ کتنا دیر پا ہوتا ہے؟ یہ تو وقت ہی بتائے گا لیکن کچھ باتیں آج بھی بتائی جاسکتی ہے، جیسے امریکا کا اکلوتی سپر پاور ہونے کا وقت ختم ہوا چاہتا ہے۔ آنے والی سپر پاور اپنے مقامی وقت کے مطابق اپنے سپر پاور ہونے کا اعلان کرسکتی ہے۔ مشرق وسطی اب پہلے والا مشرق وسطی نہیں رہے گا، زیادہ امکان تو یہ ہے کہ شاید کچھ ممالک بھی اپنی قومی وحدت اور شناخت قائم نہیں رکھ سکیں گے اور ان کی بقا کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ دوسروں میں ضم ہوجائیں۔

پاکستان کے لیے آگے کھلا میدان ہے لیکن اس میں گھاٹیاں بھی ہیں۔ اب پاکستان ان سے کیسے گزرتا ہے یہ اس کی قیادت کی استعداد اور صلاحیت پر منحصر ہے۔ یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان نے اب تک اپنے کارڈز بہت سمجھ داری سے استعمال کیے ہیں اور ہمارے دشمن بھی اس کے معترف ہو رہے ہیں لیکن آگے کا راستہ اتنا ہی کٹھن ہے۔ پاکستان اب تک اپنا ثالثی والا کردار انتہائی خوش اسلوبی سے نبھا رہا ہے اور دونوں فریقین کے ساتھ ساتھ دنیا بھی اس کی معترف ہو رہی ہے۔ اس وقت اتنا ہی لکھا جاسکتا ہے کہ چین نے اپنا بہت سارا کریڈٹ ہماری جھولی میں ڈال دیا ہے لیکن اس سے ہماری ذمے داریوں میں اضافہ ہی ہوا ہے اور لوگوں میں ایک Euphoria کی کیفیت نظر آرہی ہے جو کہ حقیقت نہیں ہے اور ہمیں صبر اور سمجھ داری کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔

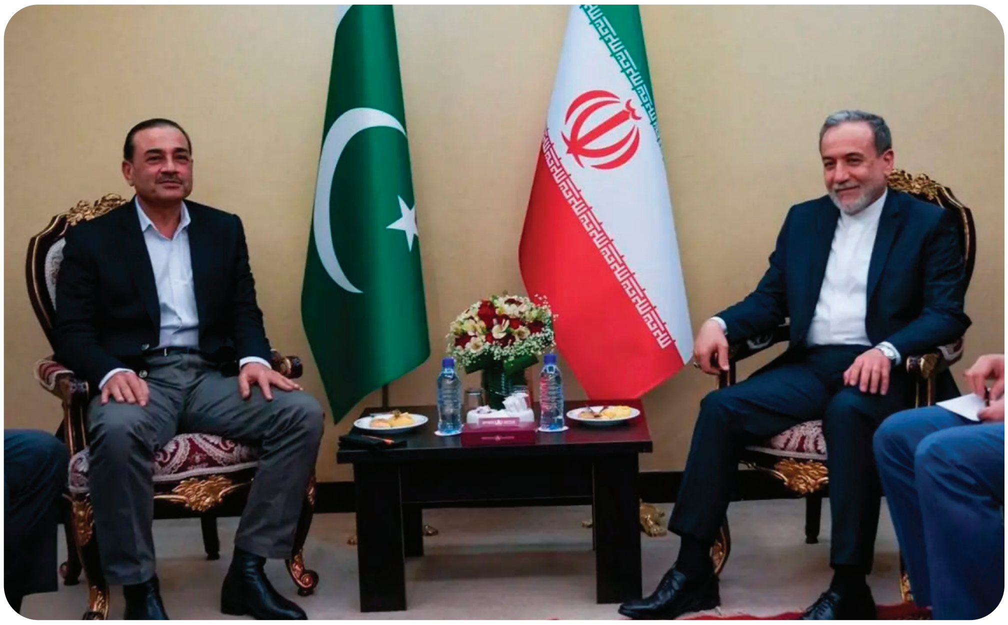

پیٹ ہیگسیتھ اور اس جیسے دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا؟ اس پر ایک لطیفہ نما واقعہ اور اختتام۔ ایک ادارے میں چیف ایگزیکٹو کو تبدیل کر دیا گیا۔ پرانا چیف اپنی چیزیں سمیٹ رہا تھا اور نیا آنے والا چیف اس کو تمسخر والی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پرانے چیف نے جب اپنی چیزیں سمیٹ لیں تو اس نے نئے چیف کو تین لفافے دیے ان پر ایک، دو اور تین درج تھا۔ اس نے نئے چیف سے کہا کہ جب مشکل آئے اور کوئی حل سمجھ میں نہ آئے تو پہلا لفافہ کھولنا تمھیں اس کا حل مل جائے گا اسی طرح دوسری اور تیسری مشکل تک کے لفافے اس نے دیے۔

نئے چیف نے سوچا کہ اگر لفافے اتنے اچھے ہوتے تو پھر اس کو کیوں جانا پڑا اور اس نے بے پرواہی سے تینوں لفافے اپنی دراز میں پھینک دیے۔ کچھ عرصے تک تو ٹھیک چلتا رہا لیکن تین سال بعد ایسی مشکل آئی کہ اس کا حل کسی کی سمجھ نہیں آرہا تھا اور لگتا تھا کہ شاید چیف کی نوکری ختم ہوجائے۔ اس کو یکایک وہ تین لفافے یاد آئے بڑی مشکل سے ان کو ڈھونڈا اور پہلا لفافہ کھولا۔ اس میں لکھا تھا کہ اگر کچھ سمجھ نہ آئے تو سارا الزام اپنے سے پرانے افسر پر ڈالو کہ سارا مسئلہ اسی کی وجہ سے ہے۔

اس چیف نے ایسا ہی کیا اور بات سنبھل گئی اور حالات ٹھیک ہوگئے۔ اس کے بعد پھر ڈھائی تین سال بعد حالات خراب ہوئے اور کوئی حل سمجھ نہیں آرہا تھا۔ اس دفعہ اس کو لفافے پہلے سے یاد تھے اور اس نے دوسرا لفافہ کھولا۔ اس میں لکھا تھا کہ پورے ادارے میں بی پی آر روں۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک دفعہ پھر حالات سنبھل گئے۔ تین چار سال بعد پھر حالات خراب ہوئے اس دفعہ چیف پہلے سے تیار تھا اس نے فوراً تیسرا لفافہ کھولا اور اس دفعہ اس میں لکھا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ تم یہ تین لفافے تیار کروں۔ آپ چاہے تو اس قصے کو پیٹ ہیگسیتھ پر روک دے اور چاہے تو اسے اس سے بھی اوپر لے جاسکتے ہیں لیکن اس کے لیے آپ کو سال کے آخر تک انتظار کرنا ہوگا۔

# جنگ بندی کے لئے کوششوں نے اسلام آباد کو پوری دنیا کی توجہ کا مرکز بنا دیا

پاکستان کی طرف سے امریکا ایران جنگ بندی کیلئے کی جانے والی سفارتی کوششوں کو دنیا بھر میں بڑی توجہ اور مثبت انداز میں دیکھا جا رہا ہے۔

اسلام آباد میں پاکستان مصر سعودی عرب اور ترکیہ کے وزیر خارجہ کے مابین مشاورتی اجلاس منعقد ہوا جس میں پاکستان کی کوششوں کی حمایت کرتے ہوئے انہیں سراہا گیا۔ اس اجلاس کے بعد ڈپٹی پرائم منسٹر و وزیر خارجہ اسحاق ڈار نے جنگ بندی کیلئے فریقین کے مابین پاکستان میں مزاکرات کی باقاعدہ پیشکش کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکا اور ایران کی میزبانی کرنا پاکستان کیلئے اعزاز ہوگا اور اس سلسلے میں امریکا اور ایران کی طرف سے پاکستان پر اعتماد باعث فخر ہے۔

یقیناً اس تنازعے کے حل کیلئے پاکستان کی سفارتی کوششوں نے اسے دنیا بھر توجہ کا مرکز بنا دیا ہے تاہم میرے نزدیک ٹرمپ اور نیتن یاہو کے سابقہ رویے اور ڈیزائن کو دیکھتے ہوئے ان کوششوں سے زیادہ توقعات باندھنا مناسب نہیں ہوگا، کیونکہ میری رائے یہ ہے کہ ان مذاکراتی کوششوں کو ٹرمپ غیر قانونی جنگ کو شروع کرنے کے باعث اپنے خلاف قائم ہونے والی منفی رائے عامہ کو diffuse کرنے کیلئے استعمال کریں گے اور دنیا کو یہ دکھانے کی کوشش کریں گے کہ وہ مزاکرات کے ذریعے اس تنازعے کو حل کرنا چاہتے ہیں لیکن ایران ایسا نہیں چاہتا، اور پھر وہ اسی بات کو وجہ بناتے ہوئے نئی حکمت عملی کے تحت دوبارہ حملے شروع کر دیں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان اس صورت حال میں کہاں کھڑا ہوگا، سعودی عرب کے ساتھ جس سے اسکا دفاعی معاہدہ ہے یا ایران کے ساتھ جس پر جارحیت کی وہ مزمت کرتا چلا آ رہا ہے یا پھر امریکا کے ساتھ جس سے اسکا ہنی مون پیریڈ چل رہا ہے؟۔ یقینا پاکستان جو اب تک ایک کامیاب سفارت کاری کے ذریعے ان تمام فریقین سے دوستانہ تعلقات کو برقرار رکھنے میں کامیاب رہا ہے اور ایران سعودی عرب یو اے ای کویت ترکیہ او مان سب جنگ بندی چاہتے ہیں لیکن ایران کو سابقہ تلخ تجربات کی بنا پر امریکا سے مزاکرات میں خیر کی کوئی توقع نہیں۔ وہ پاکستان سمیت دیگر برادر ممالک کی ان مفاہمتی کوششوں کو بادلِ نخواستہ موقع دے رہا ہے اور پاکستان بھی کسی بڑی سفارتی آزمائش سے بچنے کیلئے یہ کوشش کر رہا ہے اور یہ کہ ان کوششوں میں کامیابی سے 'جس کے امکانات بظاہر بہت کم ہیں' پاکستان کا سفارتی قد بہت بڑھ جائے گا۔ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان کا اس وقت اتنا سفارتی وزن ہے کہ وہ امریکا سے ایران کے جائز مطالبات منوا سکے اور ایران کو امریکی مطالبات کے قریب لا سکے۔

قریباً ایک ناممکن کام ہے اس لیے ان مفاہمتی کوششوں کی ناکامی کی صورت میں پاکستان کو سفارتی سطح پر بڑا چیلنج درپیش ہوگا، جس سے نمٹنا آسان نہیں ہوگا۔ اگر جنگ شدت اور طوالت اختیار کرتی ہے تو اس کو فیصلہ کرنا پڑ سکتا ہے کہ وہ سعودی عرب سے دفاعی معاہدے کی پاسداری کرے یا ایران سے تعلقات کو بہتر رکھے اور امریکا کو بھی کس طرح راضی رکھے۔

امریکا کے ایران پر حملے روکنے اور مزاکرات کو ویلکم کرنے کے اعلان کے باوجود اسرائیل ایران کے ایٹمی ری ایکٹرز سمیت دیگر تنصیبات پر حملے جاری رکھے ہوئے ہے اور ٹرمپ زمینی فوج اتار کر خارزگ جزیرے اور ایرانی تیل کے ذخیروں پر قبضہ کرنے اور مزید فضائی حملوں کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ ایران کی طرف سے بھی ان خدشات کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ امریکا زمینی کارروائی کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ ان حالات میں مزاکرات کو امریکا کی طرف سے وقت حاصل کرنے کی کوشش بھی قرار دیا جا رہا ہے تا کہ وہ مناسب وقت پر نئی حکمت عملی کے تحت دوبارہ حملہ آور ہو سکے۔

مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ ایران پر اسرائیل اور امریکا کی مسلط کردہ موجودہ جنگ ایک تیر سے دو شکار کرنے کی حکمت عملی کا حصہ ہے کیونکہ ایک

طرف اس جنگ کے ذریعے عراق لیبیا اور شام کی طرح ایران کو فوجی معاشی اور سیاسی سطح پر کمزور کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تو دوسری طرف ایران اور پاکستان ※ عرب ممالک اور دیگر خلیجی مسلم ممالک کے مابین اختلافات کو ہوا دے کر آپس میں لڑانے تقسیم اور کمزور کرنے کی سازش کی جارہی ہے۔ تاہم یہ بات باعث اطمینان ہے کہ ٹرمپ اور نیتن یاہو کے اکسانے کے باوجود تاحال تمام مسلم ممالک نے سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے ایران کے خلاف فوجی محاذ نہیں کھولا۔ اس سلسلے میں پاکستان کی کوششیں بھی لائق تحسین ہیں۔ اس حوالے سے ترک انٹیلیجنس چیف ابراہیم قالن کا یہ بیان انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ اسرائیل اور امریکا کی ایران کے خلاف جنگ کا ہدف ایران کا نیوکلیئر پروگرام نہیں بلکہ ترک عرب کرد فارس مسلمانوں کو آپس میں لڑانا ہے۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اس جنگ کو شروع کرنے کیلئے ایران کا ایٹمی پروگرام تو بس ایک بہانہ ہے دراصل مسلم دنیا کو آپس میں الجھا کر بیچ سے نکل جانا اور ایران مخالف ممالک کو اسلحہ فروخت کرنا ہے۔ اس سے قبل بھی اس خطے میں عراق ایران عراق کویت یمن سعودی عرب کے مابین تصادم کروائے جاتے رہے ہیں۔ اس حکمت عملی میں ایران کے ساتھ پاکستان میں بھی فرقہ وارانہ اور عرب دنیا میں صدیوں پرانی عرب فارس چپقلش کو دوبارہ زندہ کرنا بھی شامل ہے جس میں دشمنوں کو فی الحال ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ پاکستان میں شیعہ کمیونٹی کے بعض گروہوں کی طرف سے اس سلسلے میں کراچی اور گلگت بلتستان میں شدید ری ایکشن دیکھنے کو ملا ہے جس میں کئی قیمتی جانوں کا ضیاع بھی ہوا اور اس کے بعد چیف آف آرمی سٹاف کی شیعہ کمیونٹی کے علماء کرام سے ملاقات بھی زیر بحث ہے۔

حکان فدان نے اپنی ٹویٹ میں کہا کہ پاکستانی بھائیوں کی مصروفیات کی وجہ سے ترکی، سعودیہ اور مصر کے وزیر خارجہ بروز اتوار پاکستان جائیں گے جہاں حالیہ جنگی صورتحال سمیت مستقبل کے ایک نئے بلاک کے قیام کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

کہنے کو یہ چند سطور پر مشتمل بیان تھا لیکن اس کی حیثیت آج سے عشروں قبل سعودی عرب کے شاہ فیصل، لیبیا کے معمر قذافی اور ذوالفقار علی بھٹو کے مسلم ممالک کا ایک مضبوط پلیٹ فارم بنانے کے اقدامات جیسی ہے۔ مسلم ممالک کو موجودہ صورت حال اور مستقبل میں ممکنا طور پر سامنے آنے والے حالات کی پیش بندی کیلئے فوری طور ایک پلیٹ فارم سے مؤثر آواز بلند کرنے اور اقدامات کی ضرورت ہے۔ دوسری جانب ترکی کی جانب سے ایک اہم پیٹرن کی جانب بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ کس طرح صیہونی طاقتیں مسلم ممالک میں خفیہ پُر تشدد کارروائیوں کے ذریعہ انتشار پیدا کر کے انہیں اندر سے کھوکھلا کرتی ہیں اور جب اندرونی انتشار سے وہ ملک کمزور ہونے لگتا ہے تو پھر کوئی بہانہ بنا کر باقاعدہ جنگ کا آغاز کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے سامنے شام مصر عراق اور لیبیا کی شکل میں واضح مثالیں موجود ہیں۔

آجکل ترکی میں کُرد مسئلہ کو ہوا دی جا رہی ہے ایران میں قدامت پسند اور لبرل تقسیم پیدا کر کے اور کرد باغیوں کی پشت پناہی کر کے رجیم کو کمزور اور چیلنج کرنے کی کوشش جارہی ہے۔ پاکستان میں بلوچ شدت پسند گروپس، ٹی ٹی پی اور افغان عبوری حکومت کے ذریعے ملک کو عدم استحکام کا شکار کیا جارہا ہے۔ یہ حقیقت ہمیں ماننا ہوگی کہ ان سازشوں میں جہاں دشمنوں کے خفیہ ہاتھ ملوث ہیں وہیں اس میں ہماری اپنی غلطیوں کا بھی بہت عمل دخل ہے ان غلطیوں کا ادراک اور انہیں درست کئے بغیر معاملات درست ہونا ممکن نہیں۔

پاکستان کے حوالے سے تو بین الاقوامی خبر رساں ایجنسی نے بھارت اور افغانستان کے سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر مشتمل ایک ایسے نیٹ ورک کو بے نقاب کیا ہے جو جنگ کے آغاز سے ہی ایران کے نام سے فیک اکاؤنٹس بنا کر پاکستان کے خلاف نفرت پھیلانے کا کام کر رہا تھا۔

دوسری جانب سعودیہ سے امریکا اسرائیل راہنماؤں کو ایک بڑی شکایت یہ بھی ہے کہ وہاں مسلسل تنصیبات پہ حملے ہو رہے ہیں لیکن سعودیہ ایران کے خلاف اعلان جنگ کیوں نہیں کر رہا ایک بات اب واضح ہے کہ ہمارے خطے اور دنیا کی سیاست ایک بڑے سنگین موڑ پر پہنچ چکی ہے۔

پاکستان اور دیگر مسلم ممالک کی کوششوں سے اگر جنگ بندی ہو جاتی ہے اور ایران و امریکا کے مابین کوئی معاہدہ ہو جاتا ہے تو یہ بہت بڑا بریک تھرو ہوگا۔ یقیناً اسرائیلی ڈیزائن اور ایران و امریکا کی شرائط میں طویل فاصلے کی وجہ سے یہ بہت مشکل مرحلہ ہے لیکن اگر ٹرمپ 'جو اگر اب ایک رائے کے مطابق جنگ سے نکلنا چاہ رہا ہے' کو فیس سیونگ مل گئی تو وہ اپنی فتح کا اعلان کر کے جنگ بندی کا مشروط اعلان کر سکتا ہے۔ جو

پاکستان کیلئے سفارتی سطح پر بہت بڑی کامیابی ہوگی اور اس کے قد کو دنیا کی اقوام میں بہت بلند کردے گا۔

اس سے قبل ٹرمپ کی صدارت میں کابینہ اجلاس کے دوران وٹکوف کا کہنا تھا کہ ایران کے ساتھ مذاکرات میں پاکستانی حکومت ثالثی کا کردار ادا کر رہی ہے امریکا کے خصوصی ایلچی سٹیو وٹکوف کا کہنا ہے کہ 15 نکاتی امن منصوبہ بذریعہ پاکستانی حکومت ایران تک پہنچایا گیا ہے ان کا کہنا تھا کہ معاہدہ ہونے کے اچھے امکانات ہیں اور اگر معاہدہ ہوا تو ایران خطے اور دنیا بھر کے لیے اچھا ہوگا۔ اس سے قبل پاکستان کے وزیراعظم اور نائب وزیراعظم اور وزیرِ خارجہ اسحاق ڈار نے کہا تھا کہ امریکا اور ایران کے درمیان بات چیت کا عمل پاکستان کے ذریعے جاری ہے۔ ٹرمپ نے شہباز شریف اور اسحاق ڈار کے ٹویٹس کو ری ٹویٹ بھی کیا ہے۔

سماجی رابطوں کی ویب سائٹ ایکس پر اپنے پیغام میں ان کا کہنا تھا کہ امن مذاکرات کے حوالے سے میڈیا میں غیر ضروری قیاس آرائیاں کی جارہی ہیں اور در حقیقت امریکا اور ایران کے درمیان بالواسطہ بات چیت پاکستان کے پیغامات کے ذریعے ہو رہی ہے، انھوں نے بتایا کہ اس تناظر میں امریکا نے 15 نکات دیے ہیں جن پر ایران نے غور کیا ہے اور اس کے جواب میں چار مطالبات رکھے ہیں۔ ترکی مصر چین اور دیگر برادر ممالک بھی اس اقدام کی حمایت کررہے ہیں۔

اسحاق ڈار کا یہ بھی کہنا تھا کہ مذاکرات اور سفارتکاری ہی آگے بڑھنے کا واحد راستہ ہے اور پاکستان امن کے فروغ کے لیے پوری طرح پرعزم ہے اور خطے اور اس سے باہر استحکام کو یقینی بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش جاری رکھے گا۔ خیال رہے کہ ایران اور امریکا کے درمیان مذاکرات کی خبریں اتوار کو اس وقت گردش کرنا شروع ہوئیں تھیں جب امریکی صدر ٹرمپ نے ٹرتھ سوشل پر دعویٰ کیا تھا کہ امریکا اور ایران کے درمیان مذاکرات جاری ہیں اور تہران کے پاور پلانٹس پر حملوں کے فیصلوں کو مؤخر کیا جاتا ہے، بعدازاں اس میں توسیع بھی کردی۔

ایران نے ان مذاکرات کی تردید کی لیکن اس کے فوراً بعد ہی یہ خبریں گردش کرنے لگیں کہ یہ مذاکرات پاکستان کی ثالثی میں ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد پاکستان کے وزیراعظم شہباز شریف نے منگل کی شام سوشل میڈیا پر ایک پیغام میں لکھا کہ پاکستان مشرقِ وسطیٰ میں جاری جنگ کے خاتمے کے لیے مذاکرات کے ذریعے جاری کوششوں کی مکمل حمایت کرتا ہے تاکہ خطے میں امن اور استحکام قائم ہو۔

انھوں نے لکھا کہ امریکا اور ایران رضامند ہوں تو پاکستان معنی خیز اور حتمی مذاکرات کروانے کے لیے تیار ہے، جن کے ذریعے تنازع کا حل نکالا جا ئے۔ صدر ٹرمپ نے شہباز شریف کا بیان ٹرتھ سوشل پر بھی شیئر کیا، جس سے یہ گمان ہوا کہ شاید واشنگٹن پاکستان کی ثالثی میں مذاکرات کے لیے تیار ہے۔ دوسری جانب ایران اور امریکا کے درمیان ممکنہ مذاکرات سے آگاہ بھارت میں تعینات ایرانی سفارتکار نے کہا ہے کہ ''اس بات چیت کے معمولی امکانات موجود ہیں۔ اگر ان مذاکرات کے حوالے سے حتمی فیصلہ ہوجاتا ہے تو دیگر جگہوں کے علاوہ اسلام آباد بھی میزبانی کا مقام ہوسکتا ہے''۔

پاکستان کی مذاکرات کی باضابطہ پیشکش کے بعد متعدد سوالات جنم لے رہے ہیں جیسے کہ ایران اور امریکا اسلام آباد کو بطور ثالث کیوں قبول کررہے ہیں اور اگر اس کوشش کے نتیجے میں کوئی معاہدہ ہوجاتا ہے تو کیا پاکستان اس کا ضامن ہوگا؟ سب سے اہم سوال یہ کہ پاکستان کو ان کوششوں سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ گزشتہ دنوں میں پاکستانی رہنماؤں نے ایرانی اور امریکی صدور سے فون پر بات چیت کی ہے۔ وائٹ ہاؤس نے تصدیق کی ہے کہ صدر ٹرمپ اور پاکستان کے فیلڈ مارشل عاصم منیر کے درمیان گفتگو ہوئی ہے۔ تاہم مزید تفصیلات نہیں دی گئیں۔ دوسری جانب وزیراعظم شہباز شریف نے ایرانی صدر مسعود پزشکیان سے فون پر بات کی اور کشیدگی کو بات چیت اور سفارتکاری کے ذریعے کم کرنے پر زور دیا۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ امریکا اور ایران دونوں ممالک کی ہی قیادت سے قربت پاکستان کو ایک اس تنازع کے حل کے لیے ایک مستحکم ثالث بناتی ہے۔

پاکستان کے قیادت کی سطح پر امریکا اور ایران دونوں سے ذاتی تعلقات ہیں۔ اس کی غیر جانبداری، امن کے لیے کوششیں اور امریکا اور ایران کا اس پر اعتماد اسے ایک ثالث کا کردار نبھانے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ ایران اور امریکا دونوں ہی پاکستان پر اعتماد کرتے ہیں۔ ایران کے خلیجی ممالک سے تعلقات میں کشیدگی ہے ترکی سے بھی تعلقات میں تناؤ ہے۔ ایسے میں پاکستان ہی ایک بہتر ثالث بن سکتا ہے۔ امریکا بھی ان مذاکرات کے لیے پاکستان پر ہی اعتماد کرے گا کیونکہ انڈیا تو ان مذاکرات میں غیر جانبدار ثالث نہیں بن سکتا کیونکہ مودی ایران پر حملے سے دو دن قبل اسرائیل میں تھے۔ ایران واشنگٹن کے ساتھ مذاکرات کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ برس جون اور پھر دسمبر میں اس نے قطر اور عمان کی ثالثی میں تہران سے مذاکرات کیے اور دونوں مرتبہ ایران پر حملوں کے نتیجے میں بات چیت کا عمل معطل ہوگیا۔ ایسے میں سوال اُٹھتا ہے کہ کیا پاکستان ان مذاکرات کے کوکسی منطقی انجام تک پہنچا سکتا ہے؟

معلوم یہی ہوتا ہے کہ پاکستان اس عمل یا کسی معاہدے کی ضمانت نہیں دے گا بلکہ ثالث کے طور پر فریقوں کے درمیان رابطے بڑھائے گا اور یقینی بنائے گا کہ وہ دونوں ممالک اپنے وعدوں کی پاسداری کریں۔یعنی کسی بھی قسم کی خلاف ورزی کی صورت میں بھی وہ اپنا بطور ثالث کردار ادا کرتا رہے گا۔اسلام آباد کسی چیز کی ضمانت نہیں دے

سکتا بلکہ وہ اپنی سرزمین پر بات چیت کے ذریعے ایران اور امریکا کو تنازع کے حل کا موقع دے رہا ہے۔ابھی یہ معاملات ابتدائی نوعیت کے نظر آتے ہیں۔مذاکرات کی ابتدا میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ بطور ثالث ملک کا مینڈیٹ کیا ہوگا۔اس صورتحال میں یہ سوال بھی اُٹھتا ہے کہ پاکستان بطور ثالث ان مذاکرات کی میزبانی کے ذریعے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے۔مبصرین سمجھتے ہیں کہ پڑوسی ملک ہونے کے ناطے پاکستان بھی ایران میں جنگ سے متاثر ہو رہا ہے اور کشیدگی میں کمی سے اسے معاشی اور سیاسی آسانیاں مل سکتی ہیں۔

کشیدگی میں کمی سے پاکستان کو معاشی، سیاسی اور سماجی فوائد حاصل ہوں گے۔استحکام سے تجارت پر دباؤ کم ہوگا خاص طور پر ایندھن اور تیل کی مارکیٹ میں آسانی پیدا ہوگی۔پاکستان کے خلیجی ممالک سے بھی اچھے تعلقات ہیں اور اسلام آباد نے ریاض کے ساتھ ایک دفاعی معاہدہ بھی کر رکھا ہے۔تاہم اس جنگ کی ابتدا کے بعد ایران نے قریباً تمام ہی ممالک کو ڈرون اور میزائل حملوں کا نشانہ بنایا ہے۔کشیدگی میں کمی کی صورت میں خلیجی ممالک کی معیشتوں پر بھی دباؤ کم ہوگا جہاں سے سب سے زیادہ ترسیلاتِ زر پاکستان آتی ہیں۔خطے میں استحکام کے بعد پاکستان افغانستان کے محاذ اور اپنے شمال مغربی علاقوں میں دہشتگردی پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز رکھ سکے گا۔

ایران ایک پڑوسی ملک ہے اور وہاں جنگ کے اثرات پاکستان پر بھی پڑ رہے ہیں۔تیل کی فراہمی معطل ہے، اقتصادی پریشانیاں جنم لے رہی ہیں۔خیال رہے اس تنازع کی ابتدا کے بعد ایران نے آبنائے ہرمز بند کر دی تھی، جہاں سے دنیا بھر کو تیل کی فراہمی ہوتی ہے۔تاہم اب ایران نے پاکستانی جھنڈہ بردار جہازوں کو آبنائے ہرمز سے گزرنے کی اجازت دے دی ہے۔ادھر ڈائریکٹر برائے امور جنوبی ایشیا الیزبتھ تھریلکڈ کا ماننا ہے کہ ایران اور امریکا کے بیچ مذاکرات کروانا ایک خطرہ مول لینا بھی ہے۔سابق امریکی سفارت کار اور سٹمسن سینٹر میں ڈائریکٹر برائے امور جنوبی ایشیا الیزبتھ تھریلکڈ کا ماننا ہے کہ پاکستان ان چند ممالک میں شامل ہے جن کا امریکا، ایران سمیت مشرق وسطی کے اہم ممالک سے تعلق ہے اور ٹرمپ انتظامیہ کے دور میں اسلام آباد خاموشی سے تہران اور واشنگٹن کے درمیان مذاکرات کروانے میں کردار ادا کرتا رہا جس کی وجہ سے اسے فریقین کا اعتماد حاصل ہوا۔

لیکن کیا امریکا اور ایران کے بیچ کسی معاہدے کی صورت میں پاکستان ضامن ہوگا؟اس سوال کے جواب میں الیزبتھ کا کہنا تھا کہ فی الحال کسی قسم کے معاہدے کے بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا جب تک ممکنہ مذاکرات کے نتائج کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہ ہو جائیں۔تاہم ان کے مطابق پاکستان کی کوشش ہوگی کہ دونوں فریقین کے ساتھ مرکزی کردار کو برقرار رکھے۔الیزبتھ کہتی ہیں کہ اگر پاکستان ایک معاہدہ کروانے میں کامیاب رہتا ہے تو یہ ایک بڑی سفارتی کامیابی ہوگی۔پاکستان ایک جانب امریکا سے تعلقات کو مزید مضبوط بنالے گا تو دوسری طرف سعودی عرب سے دفاعی معاہدے اور ہمسائے ایران سے قریبی تعلقات کی وجہ سے موجودہ کیفیت سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوگا۔

اس کے علاوہ آبنائے ہرمز میں بنا کسی رکاوٹ سامان اور توانائی کی رسد سے بھی پاکستان کو فائدہ ہوگا۔الیزبتھ کا ماننا ہے کہ ایران اور امریکا کے بیچ مذاکرات کروانا ایک خطرہ مول لینا بھی ہے اگر یہ بات چیت کامیاب نہیں ہوتی یا تنازع شدت اختیار کرتا ہے تو پاکستان کیلئے یہ ایک مشکل صورتحال ہوگی۔ادھر امریکا سمیت یورپی ممالک میں حکومتی اور عوامی سطح پر ایران کے خلاف جنگ پر تنقید اور ٹرمپ کی پالیسیوں کے خلاف مظاہرے جاری ہیں امریکی سینیٹر برنی سینڈرز نے اس جنگ کو عالمی قوانین و اخلاقیات کے خلاف قرار دیتے ہوئے کہا کہ امریکی عوام اور دنیا کو گمراہ کر کے یہ جنگ شروع کی گئی ہے انہوں نے ٹرمپ کے اس فیصلے کے خلاف قرارداد پیش کرنے کا اعلان کیا ہے۔لیکن بظاہر نظر یہی آ رہا ہے کہ ٹرمپ نیتن یاہو کے ڈیزائن کے مطابق ایران کو کمزور کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا رہیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایران کو بھی لیبیا عراق اور شام کی طرح ایک منقسم کمزور ملک بنا دے۔اب خاص طور پر پاکستان ترکیہ اور بالعموم عرب ممالک کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے اس صورتحال کا سامنا کریں گے یا متحد ہو کر سفارتی معاشی اور فوجی سطح پر ایسے اقدامات کریں گے جو امریکا اور اسرائیل کو جارحیت کا یہ سلسلہ ہمیشہ کیلئے روکنے پر مجبور کر دے ورنہ اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے کہ تاریخ کا سبق یہی ہے کہ باقی مسلم ممالک اپنی باری کا انتظار کریں۔

# بارود کے ڈھیر جمع کرتی مودی سرکار

## معرکہ حق کے زخم چاٹتا بھارت جنگی جنون کو نئی بلندیوں پر لے جا رہا ہے

بھارتی حکومت نے 27 مارچ کو بطور فوجی جدید کاری کی تیز رفتار مہم 25 بلین ڈالر مالیت کے دفاعی ساز و سامان کی خریداری کرنے کی منظوری دے دی۔ اس خطیر رقم سے روسی ساختہ S-400 ایئر ڈیفنس میزائل سسٹم، مختلف اقسام کے طیارے اور آرٹلری (توپ خانہ) سسٹم خریدے جائیں گے۔ خریداری کی ان تجاویز کو ڈیفنس ایکوزیشن کونسل (DAC) نے منظور کیا جو بھارتی وزارتِ دفاع میں فوجی خریداری سے متعلق فیصلہ سازی کا اعلیٰ ترین ادارہ ہے۔ اس کی صدارت وزیرِ دفاع راج ناتھ سنگھ نے کی تھی۔

وزارت دفاع کے ایک سرکاری بیان میں کہا گیا ہے کہ ان منظوریوں میں اضافی روسی S-400 ٹرائمف سسٹم، سوویت دور کے پرانے An-32 اور Il-76 طیاروں کی جگہ نئے ٹرانسپورٹ طیارے اور مختلف آرٹلری سسٹم شامل ہیں۔

وزارت نے مزید بتایا کہ ان خریداریوں میں فوج کے لیے ٹینک شکن گولہ بارود، گن سسٹم اور فضائی نگرانی کے نظام، فضائیہ کے زیرِ استعمال Su-30 لڑاکا طیاروں کی اپ گریڈیشن اور کوسٹ گارڈ کے لیے ہوورکرافٹ بھی شامل ہیں۔

نئی منظوریوں میں S-400 کے پانچ یونٹ شامل ہیں جو ان پانچ یونٹس کے علاوہ ہیں جن کا معاہدہ بھارت نے 2017ء میں کیا تھا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق ان میں سے تین پہلے ہی فراہم کیے جا چکے جبکہ بقیہ دو کی رواں سال آمد متوقع ہے۔ 2025ء میں پاکستان کے ساتھ کشیدگی کے دوران بھارتی فوج نے ان سسٹمز کی کارکردگی کو سراہا تھا۔ مزید برآں بھارتی وزارت دفاع نے 27 مارچ کو ہی روس کے فوجی برآمد کنندہ، روسو بورون ایکسپورٹ کے ساتھ بھارتی فوج کے لیے تنگوسکا (Tunguska) ایئر ڈیفنس میزائل سسٹم کے حصول کے لیے 45.4 بلین روپے (47 ملین ڈالر) کے معاہدے پر بھی دستخط کیے گئے۔

بیان میں کہا گیا کہ بھارت نے مجموعی طور پر 31 مارچ کو ختم ہونے والے مالی سال میں 73.6 ٹریلین روپے (71 بلین ڈالر) مالیت پہ مشتمل 55 عسکری تجاویز کی منظوری دی اور مزید 503 تجاویز کے لیے 28.2 ٹریلین روپے کے معاہدوں پر دستخط کیے۔ بیان میں مزید کہا گیا کہ یہ دونوں اعداد و شمار کسی بھی ایک مالی سال میں سب سے زیادہ ہیں۔

سٹاک ہوم انٹرنیشنل پیس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (SIPRI) کے تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق بھارت دنیا کا پانچواں بڑا فوجی خرچ کرنے والا ملک اور یوکرین کے بعد اسلحہ درآمد کرنے والا دوسرا بڑا ملک ہے۔ بھارتی اسلحے کا 60 فیصد سے زیادہ حصہ سوویت یا روسی ساختہ ہے، اگرچہ ملک اب فرانس، امریکا، اسرائیل اور جرمنی سمیت سپلائرز کی ایک وسیع رینج سے ٹیکنالوجی اور ساز و سامان حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جبکہ مقامی طور پر تیار کردہ سسٹمز کا حصہ بھی بڑھ رہا ہے۔

یہ اطلاع بھی ہے کہ روس نے بھارت کی اسٹریٹجک فضائی دفاعی پوزیشن مزید مضبوط بنانے کے لیے اضافی صلاحیتوں کی پیشکش کی ہے۔ اس تجویز میں روس کا پینٹسر (Pantsir) شارٹ رینج ایئر ڈیفنس سسٹم شامل ہوسکتا ہے جو اہم فوجی اور تزویراتی مقامات کو بڑے حملوں سے بچانے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ پیکیج بھارت کے موجودہ فضائی دفاعی نیٹ ورک کو مزید مکمل کرے گا جس میں پہلے ہی روس کے فراہم کردہ سسٹمز کے ساتھ ساتھ مقامی طور پر تیار کردہ پلیٹ فارم بھی شامل ہیں۔

روس بھارت کو پینٹسر-S1M زمین سے فضا میں مار کرنے والے میزائل اور گن سسٹم فراہم کرنے کی پیشکش کے لیے تیار ہے تاکہ ملک کے موجودہ طویل فاصلے تک مار کرنے والے S-400 ٹرائمف سسٹمز کو موثر تحفظ فراہم کیا جا سکے۔ پینٹسر-S1M بغیر پائلٹ کے فضائی طیاروں (UAVs) سمیت تمام اقسام کے ایروڈائنامک اہداف کو کامیابی سے نشانہ بنا سکتا ہے۔

یہ یاد رہے، غیر ملکی میڈیا کی جانب سے پاکستان کے ہاتھوں بھارت کی ''بدترین شکست'' قرار دیے جانے کے بعد سے مودی حکومت نے دفاعی

بجٹ میں تاریخی اضافے کا اعلان کیا ہے، جس سے خطّے میں بڑھتی عسکریت پسندی کو مزید ہوا ملی ہے۔ جنگی جنون میں مبتلا مودی حکومت بھارت کے دفاعی بجٹ میں 15 فیصد اضافہ کر چکی جو کہ مجموعی قومی پیداوار (GDP) کا 9.1 فیصد بنتا ہے۔ بھارتی حکومت رواں سال دفاع پر 4.85 ارب ڈالر خرچ کرے گی۔ نئے ہتھیاروں کی خریداری کے لیے مختص رقم میں 21 فیصد اضافہ کیا گیا ہے جو بڑے پیمانے پر اسلحہ جمع کرنے کی کوششوں کی عکاسی کرتا ہے۔ اپنے جنگی جنون اور جارحانہ فوجی تیاریوں کو تیز کرتے ہوئے بھارتی حکومت نے ابّ 25 ارب ڈالر مالیت کے دفاعی منصوبوں کی منظوری دی ہے۔

اہل پاکستان کے لیے یہ امر لمحہ فکریہ اور خطرے کی گھنٹی ہے کہ بھارت اس وقت اس پیمانے اور تزویراتی گہرائی کے ساتھ میزائلوں کا ذخیرہ جمع کر رہا ہے جو اُسے ابھرتی ہوئی کثیر قطبی (multipolar) دنیا کی اہم ترین فوجی قوتوں میں شامل کر دیتا ہے۔ بھارت کے ماہرین عسکریات کا دعوی ہے کہ ان کی مملکت کا حفاظتی تخمینہ بیک وقت دو ایٹمی مسلح ریاستوں کے خلاف معتبر دفاع (deterrence) برقرار رکھنے کی ضرورت سے مشروط ہے: مغرب میں پاکستان جو تقسیم کی تاریخ، علاقائی تنازعات اور بار بار پیدا ہونے والے فوجی بحرانوں کے باعث بھارت سے جڑا ہوا ہے۔ اور شمال و مشرق میں چین جس کی بڑھتی روایتی اور اسٹریٹجک صلاحیتیں حل طلب سرحدی تناؤ کے ساتھ جڑی ہیں۔ اس انتہائی عسکری ماحول میں بھارت کی قومی دفاعی منصوبہ بندی میں میزائل سازی کو بنیادی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔

یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ بھارت میں کم ازکم تیس تا چالیس کروڑ لوگ غربت کی لکیر تلے زندگی گذار رہے ہیں۔ یہ افسوس ناک صورت حال ہے کہ مودی حکومت ان کروڑوں لوگوں کا معیار زندگی بلند کرنے کے بجائے کھربوں روپے انسانوں کو قتل کرتے ہتھیار خریدنے پہ خرچ کر رہی ہے۔ ایسی انسان دشمن حکومتوں کی وجہ سے ہی کرہ ارض پہ نفرت و دشمنی کا ماحول بنا ہے اور محبت و امن کے مثبت جذبوں کو گزند پہنچی ہے۔

پچھلی کئی دہائیوں میں بھارت نے محدود فاصلے کے حامل میزائل سسٹمز سے ترقی کرتے ہوئے ایک ایسی تہہ در تہہ ساخت اپنائی ہے جس میں مختصر اور درمیانی فاصلے کے بیلسٹک میزائل، بین البراعظمی پلیٹ فارم، سمندر سے چھوڑے جانے والے ایٹمی ترسیل کے نظام اور آواز کی رفتار سے تیز سپر سونک کروز میزائل شامل ہیں جنہیں زمین، سمندر اور فضا سے داغا جا سکتا ہے۔

بھارت کی موجودہ میزائل پوزیشن دہائیوں کی مسلسل تکنیکی ترقی پر مبنی ہے جو محض فوجی استعمال تک محدود نہیں۔ 1994ء سے بھارت کے پاس ملکی تیار کردہ لانچ وہیکلز کے ذریعے پے لوڈز کو مدار میں بھیجنے کی صلاحیت موجود ہے اور وہ آزادانہ طور پر سیٹلائٹ خلا میں بھیجنے والا آٹھواں ملک بن گیا ہے۔ یہ کامیابی 1970ء کی دہائی میں سیٹلائٹ کی تیاری کے سلسلے میں سوویت یونین کے ساتھ تعاون سے شروع ہوئی۔ اس کے بعد بتدریج مقامی ڈیزائن، انجینئرنگ اور مینوفیکچرنگ کی صلاحیتوں کو مستحکم کیا گیا۔ اب یہ صنعتی بنیاد بھارتی کمپنیوں کو بیلسٹک میزائل سسٹمز کی ایک وسیع رینج تیار کرنے کے قابل بنا رہی ہے۔ ان میں بین البراعظمی رسائی والے طویل فاصلے کے پلیٹ فارم شامل ہیں اور موجودہ ترجیح 8 ہزار کلومیٹر تک کی رینج والے میزائل سسٹمز کو بہتر بنانے پر ہے۔

یہ صلاحیتیں ایک مربوط تکنیکی ماحول کی عکاسی کرتی ہیں جہاں سویلین اسپیس لانچ کا تجربہ، پروپلشن پر تحقیق، گائیڈنس سسٹمز اور میٹریل انجینئرنگ براہ راست اسٹریٹجک میزائل کی تیاری میں مدد دیتے ہیں۔ اس مہارت کی بدولت بھارت بیلسٹک سسٹمز کی نسل در نسل کو ترقی کرنے میں کامیاب ہوا ہے جس سے رینج اور پے لوڈ کی نفاست میں اضافہ ہوا اور آپریشنل لچک پیدا ہوئی۔

بھارت کی زمین پر مبنی بیلسٹک میزائل فورسز اس کے تزویراتی دفاعی ڈھانچے کا مرکزی ستون ہیں اور جو کئی دہائیوں کے دوران تیار کردہ جدید ترین سسٹمز کے ذریعے پروان چڑھی ہیں۔ اس شعبے میں پہلا کامیاب قومی منصوبہ ''پرتھوی SS-150 آپریشنل ٹیکٹیکل میزائل سسٹم'' تھا جسے 150 کلومیٹر کی رینج کے لیے ڈیزائن کیا گیا اور یہ سوویت اسکڈ (SCUD) میزائل کے مماثل تھا۔ پرتھوی نے اپنی پہلی پرواز 1988ء میں کی تھی اور آج بھی اس کے متعدد ورژن زیرِ استعمال ہیں جن کی رینج قریباً 250 کلومیٹر تک ہے۔ اگرچہ یہ ایٹمی ہتھیار لے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن یہ نظام بنیادی طور پر پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر اور چین کے تبت سے ملحقہ سرحدی علاقوں میں روایتی استعمال کے لیے ہے۔

پاکستان اور چین کے اندر گہرائی میں موجود اہداف کو نشانہ بنانے کی ضرورت کے پیش نظر 1980ء کی دہائی میں ''اگنی'' پروگرام شروع کیا گیا جس میں توجہ طویل فاصلے تک مار کرتے ٹھوس ایندھن والے بیلسٹک میزائل بنانے پر تھی۔ اگنی اول جس نے پہلی بار 1989ء میں اڑان بھری، قریباً 1200 کلومیٹر کی رینج رکھتا ہے اور ایٹمی وار ہیڈ سے لیس ہے۔ ایسے کم ازکم 70 میزائل نصب ہیں جنہیں ٹرکوں یا ریل سسٹم پر لگے موبائل لانچ پلیٹ فارمز کی مدد حاصل ہے، یہ پورے بھارتی علاقے میں ان کی نقل و حرکت اور بقا ممکن بناتے ہیں۔

رینج میں مزید توسیع 2002ء میں اگنی دوم کے متعارف ہونے سے حاصل ہوئی جس نے حملے کی صلاحیت کو قریباً 2500 کلومیٹر تک بڑھا دیا۔ اگنی اول کے ڈیزائن کی بنیاد پر تیار کردہ یہ متحرک نظام سڑک اور ریل کے ذریعے نقل وحمل کی سہولت برقرار رکھتے ہوئے وسطی اور مغربی چین میں اہداف تک رسائی فراہم کرتا ہے۔ اس پروگرام کے تحت مسلسل ترقی نے 2006ء تک اگنی سوم کو جنم دیا، جس کی رینج 5000 کلومیٹر تک ہے۔اس نے ایک مضبوط علاقائی دفاعی فریم ورک قائم کر دیا

بعد کے ورژنوں بشمول اگنی چہارم اور اگنی پنجم نے بھارت کی رسائی کو بین البراعظمی دائرے تک پھیلا دیا۔ اگنی پنجم 8000 کلومیٹر تک کی رینج رکھتا ہے اور اس میں ''ملٹی پل انڈیپینڈنٹلی ٹارگیٹ ایبل ری اینٹری وہیکل'' (MIRV) ٹیکنالوجی شامل ہے جو ایک ہی میزائل کو مختلف اہداف کے لیے مختص کئی بم لے جانے کے قابل بناتی ہے۔اس کی تعیناتی 2018ء کے آس پاس شروع ہوئی تھی اور موجودہ اندازوں کے مطابق بھارت کے پاس ایسے کئی درجن میزائل سسٹم موجود ہیں۔ اگنی پنجم کے فریم ورک کے اندر جاری تکنیکی بہتری میں درستگی بڑھانے اور آپریشنل اختیارات وسعت دینے کی کوششیں شامل ہیں۔ان میں غیر جوہری ورژن بھی شامل ہیں جو محدود شدت والے حالات میں ناپا تلا جواب دینے کے لیے بنائے گئے۔

پرتھوی اور یکے بعد دیگرے اگنی سسٹمز کی تہہ در تہہ ترقی کے ذریعے بھارت نے زمین پر مبنی ایک ایسی میزائل فورس تشکیل دے دی جو ٹیکٹیکل، انٹرمیڈیٹ اور بین البراعظمی رینج تک پھیلی ہوئی ہے اور جو اس کی دفاعی پوزیشن کا بنیادی حصہ ہے۔

بھارت کی اسٹریٹجک فورسز کے بحری جزو کو اس لیے تیار کیا گیا تا کہ سمندر پر مبنی ایٹمی پلیٹ فارمز کے ذریعے ایک محفوظ ''سیکنڈ اسٹرائیک'' (جوابی حملے) کی صلاحیت حاصل کی جا سکے۔ یہ کوشش ''اریہانت کلاس'' آبدوز پروگرام کے تحت ایٹمی توانائی سے چلنے والی بیلسٹک میزائل آبدوزوں کی شمولیت کے ذریعے حقیقت بنی جو مکمل ایٹمی تثلیث فعال کرنے کی طرف ایک فیصلہ کن قدم ہے۔توقع ہے کہ صفِ اول کی آبدوز، آئی این ایس اردھمن ڈیزائن، ٹیسٹنگ اور سمندری آزمائشوں کے طویل عرصے کے بعد اس سال اپریل-مئی میں سروس میں داخل ہو جائے گی۔اس سے سمندر میں مسلسل دفاعی گشت کے لیے بنیادی ڈھانچہ قائم ہو جائے گا۔

یہ آبدوزیں مقامی طور پر بھارت کے دفاعی تحقیقی ادارے، ڈیفنس ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن (DRDO) کی نگرانی میں تیار کردہ بیلسٹک میزائلوں سے لیس ہیں جو بحری پروپلشن کی مہارت کو جدید میزائل انجینئرنگ کے ساتھ یکجا کرتی ہیں۔ ابتدائی طور پر تعینات کیا گیا سسٹم، K-15 ساگاریکا قریباً 750 کلومیٹر کی رینج فراہم کرتا ہے اور یہ بھارت کا پہلا فعال سمندر پر مبنی ایٹمی ترسیل کا پلیٹ فارم ہے۔ بعد کی ترقی نے K-4 میزائل متعارف کرایا جس نے بھارتی آبدوز فورس کی رسائی کو قریباً 3500 کلومیٹر تک بڑھا دیا۔اس سے محفوظ گشتی علاقوں سے دور دراز کے اسٹریٹجک اہداف کو نشانہ بنانا ممکن ہو گیا۔

آئی این ایس اردھمن سمیت اضافی آبدوزوں کی شمولیت بھارتی جنگی بیڑے کا سائز بڑھانے اور گشت کے تسلسل کو بہتر بنانے کی مسلسل کوششوں کی عکاسی کرتی ہے۔ جیسے ہی یہ اثاثے بھارتی بحریہ کے کمانڈ اسٹرکچر میں ضم ہوں گے، یہ ایک ایسا مستقل پلیٹ فارم فراہم کریں گے جو دشمن کے پہلے حملے کو برداشت کرنے اور جوابی کارروائی کی صلاحیت یقینی بنانے کے قابل ہو گا۔

یہ بات قابل ذکر ہے، بھارت کے اسٹریٹجک میزائل اور دفاعی پروگراموں کی ادارہ جاتی ریڑھ کی ہڈی ڈیفنس ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن (DRDO) ہے جس نے اسٹریٹجک سسٹمز کی کئی نسلوں میں پروپلشن سسٹم، گائیڈنس ٹیکنالوجیاں، ری اینٹری وہیکلز اور ڈیلیوری پلیٹ فارموں کی مربوط ترقی کی نگرانی کی ہے۔ لیبارٹریوں اور تحقیقی مراکز کے ایک وسیع نیٹ ورک کے ذریعے کام کرتے ہوئے ڈی آر ڈی او نے سائنسی تحقیق، صنعتی پیداوار اور فوجی ضروریات کے درمیان ایک پل کا کردار ادا کیا ہے تا کہ یہ یقینی بنایا جا سکے، اہم ٹیکنالوجیاں قومی کنٹرول میں رہیں۔

بیلسٹک میزائل سازی کے ابتدائی مراحل سے لے کر ایم آئی آر وی (MIRV) ٹیکنالوجی سے لیس بین البراعظمی نظاموں کی تیاری تک ڈی آر ڈی او نے مقامی ڈیزائن اور مینوفیکچرنگ پر مبنی بتدریج صلاحیتوں میں اضافے کے ایک منظم پروگرام پر عمل کیا ہے۔ اس فریم ورک نے بھارت کو اسٹریٹجک نظاموں پر مکمل کنٹرول برقرار رکھنے کے قابل بنایا ہے جس میں تصوراتی ڈیزائن، میٹریل انجینئرنگ، پروپلشن ریسرچ، فلائٹ ٹیسٹنگ اور بڑے پیمانے پر پیداوار شامل ہیں۔ ان مہارتوں کے استحکام نے حساس شعبوں میں بیرونی سپلائرز پر انحصار کم کر دیا اور بھارت کے دفاعی صنعتی ڈھانچے کو مضبوط بنایا ہے۔

تکنیکی خودمختاری پر اس زور نے خریداری اور پیداواری پالیسی کو بھی تشکیل دیا ہے جس میں مقامی صنعتی شرکت اور اہم اجزا کی مقامی سطح پر تیاری کو مسلسل ترجیح دی گئی ہے۔ تحقیقی اداروں، سرکاری اداروں اور نجی شعبے کے مینوفیکچررز کے درمیان قریبی ہم آہنگی کے ذریعے ڈی آر ڈی او نے ایک ایسا مربوط نظام تیار کیا ہے جو سویلین خلائی لانچ کی سرگرمیوں اور جدید فوجی پروگراموں، دونوں کو سہارا دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اور یہ ڈی آر ڈی او ہی ہے جو روس و بھارت کے مشترکہ برہموس (BrahMos) میزائل منصوبے میں بھارتی شراکت دار ہے۔

برہموس روس اور بھارت کا ایک مشترکہ منصوبہ ہے اور اسے جدید فوجی-تکنیکی تعاون کی کامیاب ترین مثالوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ روس کے ''اونیکس'' (Oniks) میزائل مشترکہ ادارے ، برہموس ایرواسپیس کے ذریعے بھارتی اجزا کا استعمال کرتے ہوئے تیار کیے جاتے ہیں۔ برہموس کا نام دریائے برہم پترا اور دریائے موسکوا

(Moskva) کے ناموں سے ماخوذ ہے اور جو دونوں ممالک کے مشترکہ قومی مفادات کی علامت ہے۔ روس کی جانب سے اس منصوبے میں ''NPO Mashinostroyeniya'' نامی راکٹ ڈیزائن بیورو شامل ہے جو اونیکس میزائل بناتا ہے۔

مختلف پلیٹ فارموں یعنی بحری جہازوں، آبدوزوں، زمینی اور فضائی میزائل سسٹمز سے داغے جانے کے لیے ڈیزائن کیے گئے برہموس میزائل کی پہلی بار نمائش MAKS-2001 ایئر شو میں کی گئی تھی۔ اس کی آزمائش 2001ء میں شروع ہوئی اور جنوری 2004ء میں مشترکہ پیداوار کا آغاز ہوا، جس کا بنیادی مقصد بھارتی بحریہ کو لیس کرنا تھا۔ بھارت اب میزائلوں کی حتمی اسمبلی، لانچرز کی تیاری اور سافٹ ویئر کے ساتھ اپنے کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم خود تیار کرتا ہے۔

برہموس ایک سپرسونک کروز میزائل ہے جو ٹھوس ایندھن والے بوسٹر اور ریم جیٹ انجن سے لیس ہے۔ یہ 9.8 میٹر طویل ٹرانسپورٹ لانچ کنٹینر میں محفوظ کیا جاتا ہے اور اس کا وزن قریباً تین ٹن ہے۔ اس کی آپریشنل رینج کم از کم 290 کلومیٹر ہے، جو میزائل ٹیکنالوجی کی برآمد کے بین الاقوامی ضوابط کے مطابق ہے۔ مزید برآں 400 کلومیٹر رینج والے مکمل طور پر مقامی ورژن کی تیاری پر بھی کام جاری ہے۔ یہ میزائل آواز کی رفتار سے ڈھائی گنا زیادہ (2.8 ماخ سے زیادہ) کی رفتار سے اڑتا اور 300 کلوگرام تک وزنی وار ہیڈ لے جاتا ہے۔ یہ خاصیت اسے کسی بھی طبقے کے بحری جہازوں کے خلاف موثر بنا دیتی ہے۔

بحری جہازوں پر تعیناتی کے بعد برہموس میزائلوں کو زمین پر موبائل لانچرز سے لیس متعدد رجمنٹوں کا حصہ بھی بنایا گیا ہے۔ مزید یہ میزائل نہ صرف بحری جہازوں بلکہ زمین پر موجود اہداف بھی نشانہ بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ پچھلے سال بھارت اور پاکستان کے درمیان ہونے والی جھڑپوں کے دوران برہموس میزائل استعمال کیے گئے تھے۔

برہموس میزائل کا فضائی ورژن بھی، جسے برہموس اے کہا جاتا ہے، حال ہی میں تیار کیا گیا ہے جس کی آزمائشیں جاری ہیں۔ یہ میزائل روسی ساختہ Su-30MKI کثیر المقاصد لڑاکا طیارے کے ذریعے لے جایا جا سکتا ہے۔ اس بات کا قوی امکان ہے کہ سپرسونک فضائی برہموس-اے میزائلوں کو اینٹی ہتھیاروں سے بھی لیس کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں بھارت کے پاس درجنوں ایسے طیارے ہوں گے جو دشمن کے فضائی دفاعی زون میں داخل ہوئے بغیر اینٹی میزائل داغنے کی صلاحیت رکھیں گے۔ قدرتی طور پر ایک ہائپرسونک پینتریباز (maneuverable) میزائل کسی بھی جدید فضائی دفاعی نظام کے لیے ایک بڑا چیلنج ہوتا ہے۔

بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ یہ عین ممکن ہے کہ برہموس منصوبے کے اگلے مرحلے میں روس کے زرکون (Zircon) ہائپرسونک میزائل پر مبنی میزائل سسٹم کی مشترکہ تیاری شامل ہو جائے۔ آیا یہ ''برہموس-دوم'' پروجیکٹ کی شکل اختیار کرے گا، یہ دیکھنا ابھی باقی ہے۔ لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ زرکون میزائل اُسی روسی ڈیزائن بیورو نے تیار کیے ہیں جو برہموس پروگرام میں شامل ہے۔

اس کے علاوہ بھارت کے فضائی دفاعی ہتھیاروں میں جدید روسی S-400 میزائل دفاعی نظام شامل ہیں۔ یہ نظام 300 کلومیٹر تک کی دوری پر زمینی اہداف کو نشانہ بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کی فراہمی کا معاہدہ 2018ء میں ہوا تھا۔ 2025ء کے تنازع میں S-400 سسٹمز نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اسی لیے اضافی یونٹس حاصل کرنے کی خاطر بھارت کی دلچسپی میں نمایاں اضافہ ہوا۔ مستقبل میں بھارت روس کا تیار کردہ زیادہ جدید S-500 میزائل ڈیفنس سسٹم بھی حاصل کر سکتا ہے۔

آنے والے مہینے واضح کریں گے کہ روس اور بھارت کے مابین آیا مزید تعاون کے قوی امکانات موجود ہیں یا بھارت مکمل طور پر اپنے میزائل سسٹم تیار کرنے پر توجہ مرکوز کرے گا۔ بھارت فوجی-تکنیکی تعاون میں ایک آزادانہ نقطہ نظر برقرار رکھنے کا ارادہ رکھتا ہے جس میں شاذ و نادر ہی براہ راست اسلحے کی خریداری شامل ہوتی ہے۔ اس کے بجائے بھارت اکثر غیر ملکی ٹیکنالوجی تک رسائی حاصل کرنے کے لیے مقامی پیداوار پر اصرار کرتا ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ یہ تعاون کس طرح آگے بڑھتا ہے اور شاید ان کوششوں سے نئے مشترکہ میزائل منصوبے سامنے آ جائیں۔

# پنجاب کالج بارہ کہو، اسلام آباد

## تعلیمی سال کے دوران منعقد ہونے والی ہم نصابی سرگرمیوں کی یادگار تصویری جھلکیاں

پنجاب کالج ایک ایسی درسگاہ ہے جہاں طلباء کی مخفی صلاحیتیں، تخلیقی سوچ اور اعتماد بھرپور انداز میں نکھر کر سامنے آتا ہے

CERTIFICATE OF PARTICIPATION

CERTIFICATE OF PARTICIPATION

CERTIFICATE OF PARTICIPATION

CERTIFICATE OF PARTICIPATION

PUNJAB
COLLEGES
BHARAKOH

PUNJAB
COLLEGES
BHARAKOH
اقبال فیسٹیول ۲۰۲۵ء

CERTIFICATE OF MERIT

CERTIFICATE OF PARTICIPATION

PROCTOR

Champions

PUNJAB
COLLEGES
BHARAKOH
PGC
Management
TEACHER

PUNJAB COLLEGES
PGC Management
Parents' Teachers'
TEACHER

WELCO

PUNJAB
COLLEGE
ADMIN BLOCK

FESTIVAL

PORTS & CULTURAL

EXIT

ADMIN BLOCK
PUNJAB COLLEGES
اقبال فیسٹول ۲۰۲۵

## پنجاب کالجز راولپنڈی اسلام آباد میں سال دوم کے طلبا و طالبات سیشن 2026 کی اختتامی تقریبات

# ٹیلنٹ ہے تو میدان میں آؤ

## پاکستان اسپورٹس بورڈ کا میرٹ اور کھیلوں کے فروغ کی جانب اہم قدم

ٹیلنٹ ہے تو میدان میں آؤ، پاکستان اسپورٹس بورڈ نے میرٹ پر مبنی کھیلوں کے فروغ کی جانب اہم قدم اٹھایا ہے۔ڈی جی پاکستان اسپورٹس بورڈ یاسر پیرزادہ کے مطابق پاکستان اسپورٹس بورڈ نے نیشنل ٹیلنٹ آیڈنٹیفیکیشن اینڈ ویریفیکیشن سسٹم متعارف کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔اس پروگرام کا مقصد ملک بھر کے نوجوان کھلاڑیوں کو ایک شفاف اور باقاعدہ پلیٹ فارم فراہم کرنا ہے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کو قومی سطح پر پیش کر سکیں۔یہ اقدام پاکستان کے اسپورٹس سسٹم میں موجود ایک دیرینہ خلا کو پُر کرنے کی کوشش ہے۔ یہ پروگرام 12 سے 25 سال کی عمر کے تمام پاکستانی شہریوں کے لیے کھلا ہے۔کرکٹ کے علاوہ باقی تمام کھیلوں کی درخواستیں پی ایس بی کی ویب سائٹ کے ذریعے اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں جمع کروائی جاسکتی ہیں۔اس عمل میں کسی بھی مرحلے پر کوئی فیس نہیں رکھی گئی اور درخواستیں پورا سال جمع کروائی جا سکتی ہیں۔اس نظام کے تحت درخواستوں کی ابتدائی جانچ ایک آزاد ماہرین کے پینل کے ذریعے کی جائے گی۔ شارٹ لسٹ کیے گئے امیدواروں کو متعلقہ نیشنل اسپورٹس فیڈریشنز کو بھیجا جائے گا۔فزیکل ایویلیوایشن کیمپس اسلام آباد، لاہور، کراچی، پشاور، کوئٹہ، مظفرآباد، گلگت اور اسکردو سمیت مختلف شہروں میں منعقد کیے جائیں گے۔

ہم ہیں بُنیانٌ مّرصُوص
OUR RESOLVE CAN'T BE CHALLENGED
PAKISTAN HAMESHA ZINDABAD
آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا
سال 1 YEAR
منجانب ملک عبدالحمید
حاصل پور میگا مارٹ

بُنیانٌ مرصُوص
عظیم کامیابی پر پاک فوج کو
مُبارک باد پیش کرتے ہیں
ملک عبدالحمید
منجانب ملک عبدالحمید
حاصل پور میگا مارٹ

بُنیانٌ مّرصُوص
PAKISTAN HAMESHA ZINDABAD
عظیم کامیابی پر پاک فوج کو مُبارک باد پیش کرتے ہیں
منجانب تمام ذیلی تنظیموں کے صدور صاحبان واراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

بُنیانٌ مّرصُوص
عظیم کامیابی پر پاک فوج کو
مُبارک باد پیش کرتے ہیں
ملک عبدالحمید
بشیر خان
نذر حسین بھٹی
ناصر احمد جٹ
رانا عمر ابرار
منجانب تمام ذیلی تنظیموں کے صدور صاحبان واراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

بُنیانٌ مّرصُوص
PAKISTAN HAMESHA ZINDABAD
عظیم کامیابی پر پاک فوج کو مُبارک باد پیش کرتے ہیں
منجانب تمام ذیلی تنظیموں کے صدور صاحبان واراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مَرصُوص
ملک عبدالحمید
ریاض حسین پیرزادہ
مرکزی انجمن تاجران حاصل پور زیر اہتمام
10 مئی بروز اتوار شام 5:30
شاہ ہوٹل سے بلدیہ گیٹ تک
بُنیانٌ مرصُوص ریلی
منجانب
تمام ذیلی تنظیموں کے صدور و صاحبان و اراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مَرصُوص
ملک عبدالحمید
ریاض حسین پیرزادہ
مرکزی انجمن تاجران حاصل پور زیر اہتمام
10 مئی بروز اتوار شام 5:30
شاہ ہوٹل سے بلدیہ گیٹ تک
بُنیانٌ مرصُوص ریلی
منجانب
تمام ذیلی تنظیموں کے صدور و صاحبان و اراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مَرصُوص
ملک عبدالحمید
ریاض حسین پیرزادہ
رانا عمر ابرار
ناصر احمد جٹ
نذر حسین بھٹی
بشیر خان
مرکزی انجمن تاجران حاصل پور زیر اہتمام
10 مئی بروز اتوار شام 5:30
شاہ ہوٹل سے بلدیہ گیٹ تک
بُنیانٌ مرصُوص ریلی
منجانب
تمام ذیلی تنظیموں کے صدور و صاحبان و اراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مَرصُوص
ملک عبدالحمید
ریاض حسین پیرزادہ
مرکزی انجمن تاجران حاصل پور زیر اہتمام
10 مئی بروز اتوار شام 5:30
شاہ ہوٹل سے بلدیہ گیٹ تک
بُنیانٌ مرصُوص ریلی
منجانب
تمام ذیلی تنظیموں کے صدور و صاحبان و اراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مَرصُوص
ملک عبدالحمید
ریاض حسین پیرزادہ
مرکزی انجمن تاجران حاصل پور زیر اہتمام
10 مئی بروز اتوار شام 5:30
شاہ ہوٹل سے بلدیہ گیٹ تک
بُنیانٌ مرصُوص ریلی
منجانب
تمام ذیلی تنظیموں کے صدور و صاحبان و اراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مَرصُوص
ملک عبدالحمید
ریاض حسین پیرزادہ
مرکزی انجمن تاجران حاصل پور زیر اہتمام
10 مئی بروز اتوار شام 5:30
شاہ ہوٹل سے بلدیہ گیٹ تک
بُنیانٌ مرصُوص ریلی
منجانب
تمام ذیلی تنظیموں کے صدور و صاحبان و اراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مَرصُوص
ملک عبدالحمید
رانا عمر ابرار
ریاض حسین پیرزادہ
مرکزی انجمن تاجران حاصل پور زیر اہتمام
10 مئی بروز اتوار شام 5:30
شاہ ہوٹل سے بلدیہ گیٹ تک
بُنیانٌ مرصُوص ریلی
منجانب
تمام ذیلی تنظیموں کے صدور و صاحبان و اراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مَرصُوص
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
OUR RESOLVE CAN'T BE CHALLENGED
ملک عبدالحمید
رانا عمر ابرار
ریاض حسین پیرزادہ
مرکزی انجمن تاجران حاصل پور زیر اہتمام
10 مئی بروز اتوار شام 5:30
شاہ ہوٹل سے بلدیہ گیٹ تک
بُنیانٌ مرصُوص ریلی
منجانب مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مَرصُوص
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
OUR RESOLVE CAN'T BE CHALLENGED
PAKISTAN HAMESHA ZINDABAD
ملک عبدالحمید
رانا عمر ابرار
منجانب مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مَرصُوص
ملک عبدالحمید
رانا عمر ابرار
ریاض حسین پیرزادہ
مرکزی انجمن تاجران حاصل پور زیر اہتمام
10 مئی بروز اتوار شام 5:30
شاہ ہوٹل سے بلدیہ گیٹ تک
بُنیانٌ مرصُوص ریلی
منجانب مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مرصوص
ملک عبدالحمید
بشیر خان
میاں ریاض حسین پیرزادہ
وفاقی وزیر ہاؤسنگ اینڈ ورکس
مرکزی انجمن تاجران حاصل پور زیر اہتمام
10 مئی بروز اتوار شام 5:30
شاہ ہوٹل سے بلدیہ گیٹ تک
بُنیانٌ مرصوص
ریلی
منجانب
تمام ذیلی تنظیموں کے صدور صاحبان و اراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مرصوص
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
OUR RESOLVE CAN'T BE CHALLENGED
ملک عبدالحمید
نذر حسین بھٹی
منجانب مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مرصوص
ملک عبدالحمید
نذر حسین بھٹی
میاں ریاض حسین پیرزادہ
مرکزی انجمن تاجران حاصل پور زیر اہتمام
10 مئی بروز اتوار شام 5:30
شاہ ہوٹل سے بلدیہ گیٹ تک
بُنیانٌ مرصوص
ریلی
منجانب
تمام ذیلی تنظیموں کے صدور صاحبان و اراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مرصوص
ملک عبدالحمید
ناصر احمد جٹ
میاں ریاض حسین پیرزادہ
مرکزی انجمن تاجران حاصل پور زیر اہتمام
10 مئی بروز اتوار شام 5:30
شاہ ہوٹل سے بلدیہ گیٹ تک
بُنیانٌ مرصوص
ریلی
منجانب
تمام ذیلی تنظیموں کے صدور صاحبان و اراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مرصوص
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
OUR RESOLVE CAN'T BE CHALLENGED
ملک عبدالحمید
میاں ریاض حسین پیرزادہ
منجانب مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مرصوص
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
OUR RESOLVE CAN'T BE CHALLENGED
ملک عبدالحمید
ناصر احمد جٹ
منجانب مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

ہم ہیں بُنیانٌ مرصوص
ملک عبدالحمید
ریاض حسین
بشیر خان
نذر حسین بھٹی
ناصر احمد جٹ
مرکزی انجمن تاجران حاصل پور زیر اہتمام
10 مئی بروز اتوار شام 5:30
شاہ ہوٹل سے بلدیہ گیٹ تک
بُنیانٌ مرصوص
ریلی
منجانب
تمام ذیلی تنظیموں کے صدور صاحبان و اراکین مرکزی انجمن تاجران حاصل پور

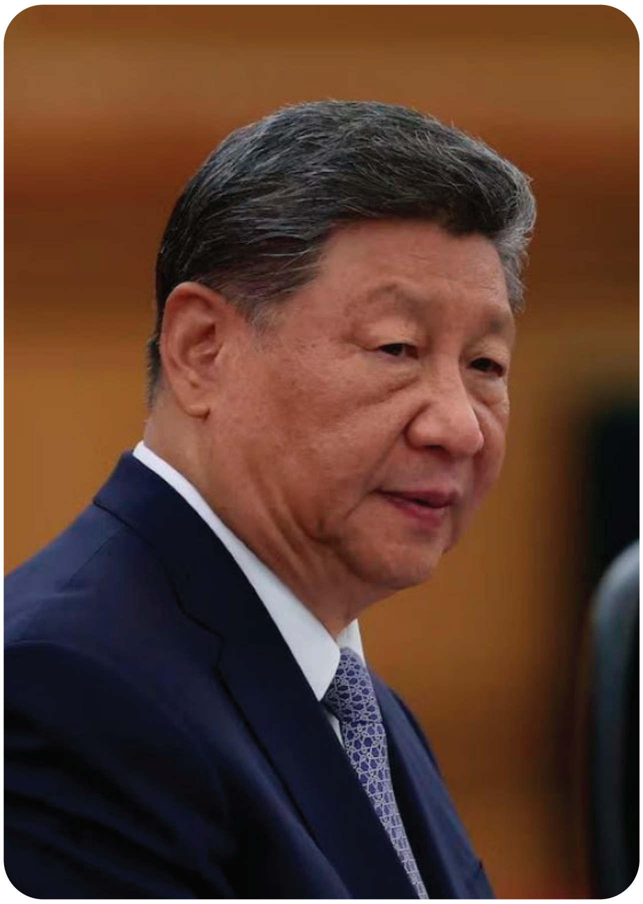

# کیا روس چین جنگ چھڑ سکتی ہے؟

## چین روس تعلقات نچلی سطح پر آئیں تو امریکا کا چین سے مقابلہ آسان ہو جائے گا

سابق روس زار سلطنت پھر سابق سوویت یونین اور اب روس۔ اس کی تاریخ میں جس بادشاہ نے روس کو عظیم سلطنت بنایا وہ دی گریٹ پیٹر اعظم تھا جو 9 جون 1672ء کو پیدا ہوا اور 8 فروری 1725ء میں 52 سال کی عمر میں وفات پائی۔ اُس کی بادشاہت روسی سلطنت پر 7 مئی 1682ء سے 8 فروری 1725ء تک رہی لیکن اُس نے 1690ء سے اپنی وفات تک زار سلطنت اور روس کو دنیا کی طاقتور سلطنت اور ملک بنا دیا۔

اس کے بعد سے اب تک روس کئی بحرانوں سے گذرا۔ ترکی سے بھی روس کی جنگیں ہوئیں، 1812ء میں نپولین نے روس پر حملہ کیا، 1904-05ء میں روس کو جاپان سے جنگ میں شکست ہوئی، روس 1914ء سے 1918 تک ہونے والی جنگ عظیم میں جرمنی اور ترکی کی سلطنت عثمانیہ کے خلاف اتحادیوں میں شامل تھا اور جنگ کے خاتمے سے ایک سال پہلے روس میں لینن، اسٹالن کیمونسٹ انقلاب لے آئے اور روس کو جنگ عظیم اوّل سے باہر نکال لیا، واضح رہے کہ جنگ عظیم اوّل میں سب سے زیادہ ہلاکتیں روسی فوجیوں کی تھیں جو 17 لاکھ سے زیادہ تھیں اور 45 لاکھ کے قریب روسی زخمی اور معذور ہوئے تھے جب کہ امریکا جو روس کے جنگ سے نکلنے پر اتحادیوں میں شامل ہوا اُس کے 116516 فوجی ہلاک ہوئے اور سب سے زیادہ فائدہ امریکا کو ہوا۔

اگر 1917ء میں روس جنگ سے باہر نہ آتا تو وہ مقبوضہ علاقوں کی حصہ داری میں برطانیہ کے برابر کا حصہ دار ہوتا اور ترکی کی سلطنت کی تقسیم میں اُس کی حصہ داری بھی ہوتی لیکن دوسری جانب روس کو باوجود اس کے کہ اُس کے لاکھوں افراد جنگ عظیم اوّل میں ہلاک ہوئے جنگ کے خاتمے سے ایک سال پہلے نکلنے سے یہ فائدہ ہوا کہ باقی جیتنے اور ہارنے والے ممالک جنگ سے اتنے تباہ حال ہو گئے تھے کہ وہ روس کی کیمونسٹ حکومت کے خلاف کوئی فوجی کاروائی نہیں کر سکتے تھے۔ یوں جنگ عظیم اوّل کے خاتمے کے اور 1924ء میں لینن کی وفات تک سابق سوویت یونین مستحکم ہو چکا تھا اور انقلاب کو اسٹالن نے تھوڑے عرصے میں ظالمانہ طور پر ختم کر دیا تھا۔

جنگ عظیم اوّل کے 15 سال بعد جنگ کی وجہ سے ہونے والی عظیم عالمی کساد بازاری ابھی جاری تھی کہ 1933ء جرمنی میں ہٹلر جرمنی کا چانسلر منتخب ہو گیا اور 1939ء میں جنگ عظیم دوئم کا آغاز ہوا تو جنگ کے آغاز پر سوویت یونین کے اسٹالن اور ہٹلر نے مل کر پولینڈ پر قبضہ کر کے اس ملک کو آپس میں تقسیم کر لیا مگر جلد ہی ہٹلر سے حماقت ہوئی اور وہ اسٹالن کا بھی مخالف ہوا اور

نپولین کی طرح غلطی کر بیٹھا اور روس پر حملہ کر دیا۔ اسٹالن اب برطانیہ، فرانس اور بعد میں امریکا سمیت اتحادیوں میں شامل ہوگیا۔ 1945ء میں جب دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی تو اگرچہ سوویت یونین کے قریباً ڈیڑھ کروڑ افراد ہلاک ہوئے تھے مگر جنگ کے خاتمے پر جب جرمنی پر قبضہ ہوا تو پہلے سوویت یونین ہی کی فوجیں برلن میں داخل ہوئی تھیں اور پھر نہ مشرقی یورپ ہنگری، چیکو سلاواکیہ، یوگوسلاویہ، رومانیہ اور دیگر ممالک میں روس نواز کیمونزم ''اشتراکیت'' کا نظام قائم ہوا، بلکہ بالٹک ریاستوں میں بھی سوویت یونین کا اقتدار مزید مضبوط ہو گیا۔ یوں اُس وقت سے لے کر 1980 کی دہائی کے آخر تک بلکہ 1991ء نہ صرف سوویت یونین وارسا معاہدے کے اشتراکی ممالک کے گروپ کے ساتھ اتحادی تھا بلکہ سوویت یونین کی امریکا کے برابر کی قوت تھی۔

1945ء میں جنگ عظیم دوئم کے خاتمے کے بعد سرد جنگ شروع ہوگئی جس میں بہت سے اتار چڑھاؤ آئے۔ 1945ء سے 1990ء کے آغاز تک سوویت کا رقبہ 2 کروڑ 26 لاکھ مربع کلومیٹر سے زیادہ تھا اور 1980ء تک اُس کی آبادی 26 کروڑ 45 لاکھ تھی۔ سوویت یونین میں 1990ء تک لیتھونیا، لٹویا، اسٹونیا، جارجیا، یوکرائن، بلا روس، کرغیزستان مولڈویا Moldova، ازبکستان، تاجکستان، آرمینیا، آذر بائیجان، ترکمانستان، قازقستان اور روس شامل تھے، 1980-81ء میں سوویت یونین نے افغانستان میں فوجیں اتارنی شروع کر دیں جس میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہا مگر دوسری جانب پاکستان کی پشت پناہی اور امریکا اور یورپ کے بھرپور تعاون کی وجہ سے سوویت یونین 1945ء سے شروع ہونے والی جنگ اب ہار چکا تھا اور جنگ سے نکلنے کی ہر ممکن کوششیں کر رہا تھا۔

1985ء سے اقوام متحدہ، امریکا، سوویت یونین، افغانستان اور پاکستان کے درمیان جنیوا بات چیت شروع ہوگئی تھی اور آخر کار 1988ء یہ جنیوا معاہدہ طے پایا اور روس اربوں ڈالر کا اسلحہ افغانستان کی اشتراکی حکومت کے سربراہ صدر نجیب کے حوالے کر کے نکل گیا، اس کے بعد سوویت یونین میں انتخابات کے نتیجے میں گوربا چوف سربراہ منتخب ہوئے اور اُنہوں نے خود ہی اشتراکیت کے خلاف ملک میں آزادی رائے (پرسترائیکا) اور آزاد معیشت (گلاسنات) کے لیے فوری اور ہنگامی اقدامات کئے۔ 11 مارچ 1990ء مولیتھویا نے سوویت یونین سے الگ ہو کر آزادی کا اعلان کر دیا اور 12 دسمبر 1991ء کو خود روس 17098242 مربع کلومیٹر رقبے کے ساتھ غیر اشتراکی معیشت اور آزادی رائے کی بنیاد پر روس کہلایا یعنی سوویت سے 15 آزاد ملک الگ الگ ہو کر دنیا کے نقشے پر نمودار ہوئے، یہ دنیا کی بہت بڑی تبدیلی تھی ان تمام ملکوں نے اقوام متحدہ کی رکنیت حاصل کی بلاروس اور یو کرائن اور قازقستان وغیرہ سے ایٹمی اسلحہ اور تنصیبات روس کو منتقل ہوئیں اور اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل میں ووٹوں کا اختیار اور قوت بھی روس کو دے دی گئی۔

افغانستان میں جنگ کے دوران سابق سوویت یونین میں کرپشن، معاشی، اقتصادی، بحران شدت اختیار کر گئے تھے اور معیشت اندر سے کھوکھلی ہوگئی تھی۔ جب گورباچوف نے اقتدار میں آ کر اصلاحات کیں تو ملک میں مہنگائی بہت بڑھ گئی اور عوام کی قوت خرید میں بہت کمی واقع ہوئی۔ 1990-91ء عام روسی شہری کی ماہانہ آمدنی میں 25 ڈالر کی کمی ہوئی، غربت 45 فیصد ہوگئی، اوسط عمر جو پہلے 64 سال تھی، گھٹ کر 57 سال ہوگئی، 1990-91ء میں سوویت یونین کے روبل اور ڈالر کی قیمت یکساں تھی، 1992ء میں ایک امریکی ڈالر 419 روبل کا ہو گیا 1993ء میں ایک ڈالر کی قیمت 1237 روبل ہوگئی، 1994ء میں ڈالر 3500 روبل کا ہوگیا، 1995ء میں ڈالر 4600 روبل کا ہوگیا اور 1996ء میں ڈالر کی قیمت 5900 روبل ہوگئی۔

دنیا کی بڑی ایٹمی اور فوجی قوت اب بھی روس تھی اور یہاں ایسی اقتصادی صورتحال دنیا کے لیے بہت بڑی پریشانی کا سبب بن سکتی تھی۔ 1998ء میں امریکا کے صدر بل کلنٹن کو بھی تشویش لاحق ہوئی، یوں آئی ایم ایف کی جانب سے 1998ء میں روس کے لیے 6.23 بلین (ارب) ڈالر کی ہنگامی امداد منظور ہوگئی اور اس رقم کے ملتے ہی روسی روبل کی قیمت میں اضافہ ہوا اور ایک امریکی ڈالر 20 روبل کا ہو گیا۔ یہ کارنامہ گورباچوف کے بعد بورس یلسن کے دور کے قریباً اختتام پر ہوا۔ اسی دوران پیوٹن اقتدار میں آئے اور ان کے آتے ہی روس نہ صرف

اقتصادی طور پر مستحکم ہونے لگا بلکہ تھوڑے عرصے بعد عالمی سطح پر اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کی قدرے کامیاب کوششیں کرنے لگا۔

دوسری جانب چین بھی دنیا کا سب سے بڑا کمیونسٹ ملک ہے اور یہ 1949ء میں آزاد ہوا تھا اور یہ آزادی موزے تنگ کی قیادت میں مسلح جدوجہد کے نتیجے میں حاصل کی تھی۔

1962ء میں چین بھارت جنگ ہوئی جس میں بھارت کو شکست ہوئی مگر عالمی سطح پر بھارت نے امریکا اور یورپ کو باور کروایا کہ اُس کی جنگ چین جیسے کمیونسٹ ملک کے خلاف تھی اس جنگ کے دوران ''بحوالہ قدرت اللہ شہاب کی کتاب شہاب نامہ'' جب چین بھارت جنگ شروع ہوئی تو چینی سفیر صدر ایوب خان کے سیکرٹری قدرت اللہ شہاب کے پاس رات تین بجے آئے اور کہا کہ چین نے بھارت پر حملہ کر دیا ہے اور ہماری پیش قدمی جاری ہے، پاکستان کے پاس یہی موقع ہے کہ وہ مقبوضہ کشمیر پر حملہ کر کے اِسکو بھارت سے آزاد کروالے مگر ایوب خان نے ایسا نہیں کیا کہ امریکا نے خبردار کیا تھا کہ اس وقت بھارت ایک کمیونسٹ ملک سے حالت جنگ میں ہے اس لیے امریکا اور اس کے اتحادی اور دوست بھارت کے حق میں ہیں۔

دوسری جانب بھارت کی خارجہ پالیسی اتنی بہتر تھی کہ سوویت یونین جو اُس وقت دنیا میں کمیونسٹ بلاک کا سربراہ تھا اُس نے اپنے کمیونسٹ نظریات کے خلاف بھارت کی بھرپور حمایت اور مدد کی اس جنگ کے بعد بھارت اور پاکستان امریکا کے تو دوست ہی رہے مگر علاقے میں خارجہ پالیسی تبدیل ہوگئی۔ بھارت چین ایک دوسرے کے مخالف ہوگئے اور پاکستان اور چین میں دوستی قائم ہوگئی جو باوجود پاکستان کے سیٹو سینٹو جیسے معاہدوں میں ہونے کے جاری رہی، 1965ء میں دوسری پاک بھارت جنگ ہوئی جس میں چین نے بھرپور انداز میں پاکستان کا ساتھ دیا اور سوویت یونین نے بھارت کی بے پناہ مدد کی۔

ویسے بھی بھارت اپنی فوج کے لیے امریکا برطانیہ سے جتنا اسلحہ خریدتا ہے اس سے کچھ زیادہ اسلحہ بھارت روس سے آج تک لیتا ہے، روس اور چین کے درمیان سرحد 4200 کلومیٹر لمبی ہے اور سرحدی تنازعات ان دونوں ملکوں کے درمیان موجود تھے اور سوویت یونین کے زمانے میں چین اور سوویت یونین کی سرحد زیادہ طویل بھی تھی۔

1969ء میں جب پاکستان میں صدر یحیٰی خان کی حکومت تھی تو چین اور سوویت یونین کے درمیان سرحدی جنگ ہوئی اُس وقت سوویت یونین میں برزنیف کی حکومت تھی اور چین میں ماؤزے تنگ حیات تھے۔

سوویت یونین نے 6 لاکھ 58 ہزار فوج اور چین نے 8 لاکھ 14 ہزار فوج سرحد پر کھڑی کی۔ یہ جنگ چند روز تک جاری رہی جس میں دونوں جانب سے چند ہزار ہلاکتیں بھی ہوئیں اقوام متحدہ نے اس میں کوئی اہم کردار اس لیئے ادا نہیں کیا کہ چین اقوام متحدہ کی رکنیت سے محروم تھا۔ یہ دنیا کی پہلی جنگ تھی جو دو ایٹمی قوت کی حامل اور دنیا کی دو بڑی کمیونسٹ پاورز کے درمیان ہوئی تھی۔

پاکستان کے سابق وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو جنہوں نے 1962ء کی انڈیا چین جنگ کے فوراً بعد پاکستان چین تعلقات میں مضبوطی اور اضافے کے حوالے سے بہت کام کیا تھا، اس دور میں وہ یہ باور کروانے میں مصروف رہے کہ چین اور امریکا تعلقات کے قیام سے دنیا کو اور خصوصاً چین امریکا کو فائدہ ہوگا اور تائیوان کی بجائے چین کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی نشست کے علاوہ سیکورٹی کونسل میں بھی مستقل نشست اور ویٹو پاور ملنا چاہیے، جولائی 1971ء میں امریکا کے سیکرٹری ہنری کسنجر نے پاکستان سے چین کا خفیہ دورہ کیا جو بدقسمتی سے خفیہ نہ رہ سکا اور اس کی وجہ سے سوویت یونین نے یہ محسوس کیا کہ چین امریکا اور پاکستان اتحاد سے سوویت یونین کو نقصان پہنچے گا۔

یوں سوویت یونین اور بھارت نے آپس میں جنگی نوعیت کا معاہدہ کر لیا کہ اگر بھارت اور سوویت یونین میں سے کسی ایک ملک پر کسی تیسرے ملک نے حملہ کیا تو یہ ایک ملک پر حملہ تصور کیا جائے گا اس کا نقصان یہ ہوا کہ جب دسمبر 1971ء میں بھارت پاکستان جنگ ہوئی تو امریکا کا بحری بیڑہ کوئی کاروائی نہ کر سکا اور نہ ہی عملی طور پر چین خود کوئی اقدام اٹھا سکا، دوسری جانب جنگ کے بعد شملہ مذاکرات کی کامیابی کے لیے چین نے پاکستان بھارت کے مذاکرات کو پاکستان کے حق میں کرنے کے لیے 1974ء تک بنگلہ دیش کو اقوام متحدہ کا رکن بننے سے محروم رکھا جس کا شکوہ بنگلہ دیش اب بھی چین سے کرتا ہے پھر جب افغانستان میں سوویت یونین نے فوجی جارحیت کی تو چین نے اس کی بھرپور مخالفت کی اور پاکستان کے موقف کی حمایت کی اور اقوام متحدہ میں سابق سوویت یونین کو اخلاقی سیاسی طور پر دباؤ کا سامنا کرتے ہوئے آخر کار مفاہمت کرنا پڑی، 1990ء کے بعد روس اور چین میں تعلقات بہتر ہونے لگے۔

چین میں 1980ء کی دہائی کی ون چائلڈ پالیسی اور اقتصادی اصلاحات کی وجہ سے چین تیزی سے ترقی کرنے لگا تو 2001ء سے روس اور چین کے تعلقات مزید بہتر ہوئے۔ 1989ء میں روس کے گورباچوف اور چین کے ڈین ژیاؤ پنگ نے مذاکرات سے سرحدی تنازعات حل کرنے کی کوششوں کا سلسلہ شروع کیا اور 2006ء میں روس اور چین کے درمیان سرحدی تنازعات حل کر دیے گئے، نائن الیون یعنی 11 ستمبر 2001ء میں امریکا میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعات کی وجہ سے عالمی سیاست، معاشیات اور اقتصادیات میں بڑی اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں جن کا محرک بھی امریکا تھا، نیوورلڈ آرڈر، ڈبلیوٹی او WTO، گلوبل ویلج جیسی پالیسیوں کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر انفارمیشن ٹیکنالوجی اسپیس ٹیکنالوجی کے مربوط انداز میں تیزی سے ترقی کرنے کی وجہ سے چین اور روس نے بھی ان شعبوں میں امریکا کا مقابلہ خوب کیا مگر روس کو سیاسی مسائل کا سامنا رہا۔

اس دوارن امریکا جس نے 1971ء سے 1990ء تک چین کو سوویت یونین کے خلاف رکھا تھا اس خوش فہمی میں تھا کہ چین دنیا میں اتنی جلدی ترقی نہیں کرسکتا اور اس میں شک نہیں کہ ماؤزے تنگ کی زرعی، اقتصادی پالیسیاں حقائق کے برعکس تھیں جن کی وجہ سے چین کو نقصان ہوا تھا، جیسے ساٹھ کی دہائی جب سروے کی بنیاد پر بتایا کہ ہر سال چین میں پرندے لاکھوں ٹن اناج کھا جاتے ہیں تو پرندوں کو ہلاک کرنے کی مہم شروع ہوئی پرندوں کے خاتمے کی وجہ سے کھیتوں کو حشرات نے ایسا نقصان پہنچایا کہ پھر چین میں قحط کی وجہ سے ایک کروڑ سے زیادہ انسان ہلاک ہوئے، اسی طرح موزے تنگ کو چین کی بڑھتی ہوئی آبادی درست لگتی تھی، 1950ء میں چین کی آبادی 55 کروڑ تھی جو 1974ء میں 90 کروڑ ہوگئی تھی مگر 1980ء کی دہائی میں ایک بچہ فی جوڑا پالیسی اپنائی گئی۔

1989ء میں جب چین میں ترقی اور پیداوار میں اضافے کی رفتار آبادی میں اضافے کے ٹھہراؤ کی وجہ سے آبادی کے مقابلے میں زیادہ ہونے لگی کمیونسٹ حکومت کے خلاف احتجاج کیا خیال کیا جا رہا تھا کہ یہ احتجاج بھی 1990ء میں دنیا کے دیگر


ii. For further detail of Works and Tender forms, the intending contractors may contact office of the undersigned during office hours on any working day before opening date of Tender.

Tender Fee (Rs.): 3000/-

Last Date / Time of Tender Submission: On 08-06-2026 at 11:00 A.M (Monday)

Date & time of Opening of Tender: On 08-06-2026 at 11:30 A.M (Monday)

EXECUTIVE ENGINEER
SS&T/L DIVISION GEPCO
GUJRANWALA

PID(L)3052/25 Gujranwala Electric Power Company Limited

کیمونسٹ ملکوں رونما ہونے احتجاج کی طرح پورے چین میں پھیل جائے گا اور اس کے نتیجے میں چین بھی چیک اینڈ سلواکیہ، ہنگری، رومانیہ، وغیرہ کی طرح ہوجائے گا، مگر ایسا نہیں ہوا، تانمایان

کرنے کے ساتھ روس سے دوستی چاہتے ہیں اور ماہرین کا خیال یہ ہے کہ امریکا یہ چاہتا ہے کہ جس طرح چین نے ماضی میں سوویت یونین کے خلاف امریکا اور یورپ کے موقف کی تائید کی تھی

**امریکا برطانیہ یہ اچھی طرح جان چکے ہیں کہ روس اور چین جو دنیا کی دو بڑی اور اہم قوتیں ہیں اِن کا آپس کا تعاون جب تک قائم ہے شائد وہ اِن دونوں ملکوں میں سے کسی ایک کو بھی زیر نہیں کرسکیں گے اور دور جدید کی سرد جنگ بھی اگر جاری رہتی ہے تو آخر کار نقصان امریکا اور برطانیہ ہی کا ہوگا**

کے واقعہ کو اب 37 سال گزر چکے ہیں اور اُس وقت کے جن نوجوانوں نے 20 سال کی عمر میں احتجاج کیا تھا اب 57 برس کے ہو چکے ہیں۔

اِن 37 برسوں میں چین دنیا کی دوسری معاشی، اقتصادی قوت اور تیسری فوجی قوت بن چکا ہے۔ آج چین کی آبادی 1 ارب 41 کروڑ کے قریب ہے، آبادی میں نسلی قومی اعتبار سے 91.1 فیصد ہان چینی ہیں اور باقی دیگر ہیں، مذہبی لحاظ سے 33.4 فیصد بدھ ہیں، 25.2 لادین 19.6، فیصد تاوازم 2,5، فیصد عیسائی 1.6، فیصد مسلمان اور باقی 17.7 دیگر مذاہب سے وابستہ ہیں۔ چین کا رقبہ 9596961 مربع کلومیٹر ہے۔ 2024ء کے مطابق چین کا جی ڈی پی (پی پی پی) 37.072 ٹریلین ڈالر تھا، فی کس سالانہ آمدنی 26310 ڈالر ہے، چین دنیا کا ایسا ملک ہے جہاں غربت کا خاتمہ ہو چکا ہے، یعنی جیسی سماجی، سیاسی، انتظامی اور اقتصادی ساخت چین کی ہے ایسی دنیا میں کسی اور ملک اور قوم کی نہیں اس لیے نہ تو اس ملک میں داخلی بحران پیدا کر کے قیادت تبدیلی کی جا سکتی ہے اور نہ ہی اقتصادی ترقی روکی جا سکتی ہے۔

نپولین کے زمانے میں جب چین زوال پذیر تھا تو نپولین نے کہا تھا کہ چین ایک سویا ہوا اژدھا ہے اِس کو مت جگاؤ یہ جاگ گیا تو دنیا کو کھا جائے گا۔ اب اس تمام تناظر میں امریکا کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ روس کے پیوٹن سے یوکرائن میں جنگ بندی اور مفتوحہ علاقے پر روس کے حق کو تسلیم

اسی طرح روس اب چین کے خلاف ہو کر بدلتی ہوئی صورتحال سے فائدہ اٹھائے اور جس طرح پاکستان نے چین اور امریکا کے تعلقات جوڑنے میں جولائی 1971ء میں اہم کردار ادا کیا تھا اب وہی کردار بھارت ادا کرے۔ اس حوالے سے چین کے صدر شی ژنگ نے 24 فروری کی اطلاعات کے مطابق بھی بات چیت کی تھی اور یہ باور کروایا کہ دنیا کی بدلتی ہوئی صورتحال کے باوجود دونوں ملکوں یعنی روس اور چین کے تعلقات امریکا، برطانیہ اور دیگر ملکوں کے حوالے سے ویسے ہی رہیں گے جیسے ہیں یعنی دونوں ملک ایک دوسرے کی اقتصادی، عسکری، تکنیکی مدد کرتے رہیں گے۔

امریکا برطانیہ یہ اچھی طرح جان چکے ہیں کہ روس اور چین جو دنیا کی دو بڑی اور اہم قوتیں ہیں اِن کا آپس کا تعاون جب تک قائم ہے شائد وہ اِن دونوں ملکوں میں سے کسی ایک کو بھی زیر نہیں کر سکیں گے اور دور جدید کی سرد جنگ بھی اگر جاری رہتی ہے تو آخر کار نقصان امریکا اور برطانیہ ہی کا ہوگا۔ اب دیکھنا ہوگا کیا روس واقعی امریکا کے قریب آسکتا ہے کیونکہ دوسری جانب یورپ بھی امریکا کی جانب سے یوکرائن کے موقف پر تبدیلی کی وجہ سے امریکا اور نیٹو سے منحرف ہو رہا ہے۔ دنیا بہت تیزی سے بدل رہی ہے اور اس میں سب سے جلدی ڈونلڈ ٹرمپ کو ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا صدر ٹرمپ اس تیز رفتاری کے ساتھ توازن بھی قائم رکھ سکیں گے؟


ELECTRICITY THEFT
ZERO TOLERANCE FULL ENFORCEMENT

GEPCO

**INVITATION FOR E-BIDS (IFB) USING E-PADS**

**(TENDER NO. 03/26/GSO/GRW/2025-26)**

1. GEPCO invites E-Bids from the contractors Registered with Pakistan Engineering Council and renewed for the year 2025-26 along with up-to-date registration of PRA & GST for the purpose of Sales Tax on Services and purchase respectively on **National Competitive Bidding (NCB)** basis under Single Stage - Single Envelope (SSSE) Bidding Procedure in accordance with Provisions of PPRA Rules- 2004 amended up to date.

**SUPPLY AND SPREADING OF WATER BORNE I.E., GRAVEL IN SWITCHYARD AREA OF 132KV GRID STATIONS COLLEGE ROAD GRW, HAFIZABAD ROAD GRW, AROOP, PASRUR AND Q.D. SINGH. (As per site requirement) (Estimated Cost PK Rs. = 6,676,904/-)**

**2. Who can participate?**

Contractors registered with Pakistan Engineering Council (PEC) under relevant category with code of specialization as CE-10 (Registration / Renewal of PEC for the Year 2025-26.

**3. From where tender Documents can be obtained?**

From the office of EXECUTIVE ENGINEER SS&T/L Division GEPCO Gujranwala at **132KV G/S CANTT NEAR DC COLONY GUJRANWALA.**

**4. Earnest Money**

i. Bid Security in the shape of CDR from any Scheduled Bank of Pakistan **@ 2%** of BOQ in the name of Executive Engineer (SS&T/L) Division GEPCO, Gujranwala.
ii. The successful bidder will have to submit **@ 10%** of the Contract Price as Performance Security in the form of CDR at the time of signing of Contract Agreement.

**5. Other conditions**

i. The Contractors are required to submit their registration certificate with Punjab Revenue Authority and FBR at the time of issuance of tender documents.
ii. The bidder should have satisfactorily completed at least one work in NTDC / DISCOs / WAPDA during last 02-years and must provide photocopies of work orders at the time of issuance of tender documents.
iii. The tender will only be issued upon submission of original documents.
iv. This office will adopt Single Stage Single Envelope procurement process as per PPRA rules.
v. Authority letter is required for contractor representatives to receive tender documents / participation in the tendering process.
vi. The bid validity period will be **90**-days.
vii. Tender will not be issued to contractors / firms who are already defaulters and punished by any DISCOs / NTDC / WAPDA.
viii. The contractor who are already working in GEPCO must submit their performance certificate issued from the concerned office at the time of issuance of tender.

**6.**

i. The Department / Company reserves the rights to accept or reject the tender as per PPRA Rules. (No conditional tender will be accepted).

یکم مئی
عالمی یومِ مزدور
محنت کشوں کو سلام
مزدور کا پسینہ ہی قوموں کی ترقی کا اصل سرمایہ ہے
PID(I)8840-D/25
دیس کی ترقی کا سفر
مزدور کی محنت کا ثمر
/GovtofPakistan
govtofpakistan
@GovtofPakistan
@govtofPak
www.moib.gov.pk
وزارت اطلاعات و نشریات
حکومتِ پاکستان
URAAN PAKISTAN

# تخلیقِ فن اور تشکیلِ سائنس

## خیال سے دریافت تک کا سفر

انسانی تاریخ کے طویل اور پُر پیچ سفر میں اگر کسی ایک جذبے کو تخلیق، دریافت اور فہم کائنات کی بنیاد کہا جائے تو وہ حیرت وتجسس ہے۔ البرٹ آئن اسٹائن کا یہ قول محض ایک فلسفیانہ جملہ نہیں بلکہ انسانی شعور کی پوری تاریخ کا نچوڑ ہے۔ حیرت وہ پہلا دروازہ ہے جو انسان کے باطن میں کھلتا ہے، اور تجسس وہ چراغ ہے جو اس دروازے کے پار اندھیروں کو روشنی میں بدل دیتا ہے۔ یہی جذبہ انسان کو غاروں کی دیواروں پر لکیریں کھینچنے سے لے کر کہکشاؤں کے اسرار سمجھنے تک لے آیا۔ اگر انسان اشیاء کو دیکھ کر چونکنا چھوڑ دے، سوال کرنا ترک کردے اور نامعلوم کو قبول کرنے کی خواہش کھو بیٹھے تو نہ فن باقی رہتا ہے نہ سائنس، نہ فکر زندہ رہتی ہے نہ تہذیب۔

حیرت دراصل جمود کے خلاف پہلی بغاوت ہے۔ جب انسان کسی منظر، کسی حقیقت یا کسی سوال کے سامنے رک کر یہ کہتا ہے کہ "یہ ایسا کیوں ہے؟" تو وہ لمحہ محض سوال نہیں ہوتا بلکہ ایک تخلیقی ارتعاش ہوتا ہے۔ یہی ارتعاش شاعر کے دل میں استعارہ بن جاتا ہے، مصور کے ہاتھ میں رنگوں کی صورت اختیار کرتا ہے اور سائنس دان کے ذہن میں نظریے کی شکل لے لیتا ہے۔ حیرت انسان کو معمول سے غیر معمول کی طرف لے جاتی ہے، اور تجسس اسے غیر معمول کو سمجھنے کی جرأت عطا کرتا ہے۔ آئن اسٹائن اسی لیے اس جذبے کو حقیقی فن اور حقیقی سائنس کا گہوارہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ جہاں حیرت ختم ہو جائے وہاں تحقیق محض مشق رہ جاتی ہے اور فن صرف نقل۔

سائنس کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی بڑی دریافت محض معلومات کے انبار سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ ایک سادہ مگر گہرا سوال اس کے پیچھے کارفرما تھا۔ نیوٹن کے ذہن میں گرتا ہوا سیب اس لیے معنی خیز بنا کہ اس نے اسے معمولی واقعہ سمجھ کر نظرانداز نہیں کیا بلکہ اس پر حیران ہوا۔ اسی حیرت نے کششِ ثقل کے قانون کی بنیاد رکھی۔ آئن اسٹائن خود اگر وقت اور مکان کو جامد حقیقت مان لیتے تو اضافیت کا تصور کبھی جنم نہ لیتا۔ سوال یہ نہیں تھا کہ حساب کیسے کیا جائے، اصل سوال یہ تھا کہ کائنات ویسی کیوں ہے جیسی ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ یہی حیرت سائنس کو زندہ رکھتی ہے اور اسے محض تکنیکی ہنر بننے سے بچاتی ہے۔

فن کی دنیا میں بھی یہی اصول کارفرما ہے۔ عظیم فن پارے اس وقت تخلیق ہوتے ہیں جب فن کار کسی عام تجربے میں غیر معمولی معنویت دریافت کرلیتا ہے۔ ایک شاعر کے لیے شام کا ڈھلنا صرف سورج کا غروب نہیں ہوتا بلکہ وقت کے زوال، جدائی کے دکھ یا امید کے چراغ کا استعارہ بن جاتا ہے۔ یہ سب حیرت کے بغیر ممکن نہیں۔ جو فن کار دنیا کو دیکھ کر چونکتا نہیں، جو منظر کے پیچھے چھپی معنویت پر ٹھٹک کر نہیں رکتا، اس کا فن محض سجاوٹ بن کر رہ جاتا ہے۔ حقیقی فن وہ ہے جو دیکھنے والے کے اندر بھی سوال پیدا کرے، اسے سوچنے پر مجبور کرے اور اس کے شعور میں ارتعاش پیدا کرے۔

جدید دور کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ معلومات کی فراوانی نے حیرت کو دبا دیا ہے۔ ہر سوال کا فوری جواب، ہر مسئلے کا تیار حل اور ہر شے کی فوری تشریح انسان کو مطمئن تو کر دیتی ہے مگر متجسس نہیں رہنے دیتی۔ ہم جاننے لگے ہیں مگر سوچنا بھول گئے ہیں۔ سرچ انجن ہمیں معلومات دیتے ہیں مگر حیرت کا ذائقہ نہیں چکھاتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ علم بڑھ رہا ہے مگر حکمت کم ہوتی جا رہی ہے، ڈیٹا جمع ہو رہا ہے مگر بصیرت نایاب ہوتی جا رہی ہے۔ آئن اسٹائن کا قول اس تناظر میں ایک تنبیہ بھی ہے کہ اگر ہم نے حیرت کے جذبے کو زندہ نہ رکھا تو سائنس محض صنعت بن جائے گی اور فن محض تفریح۔

تعلیم کا مقصد بھی دراصل اسی جذبے کی آبیاری ہونا چاہیے۔ وہ نظامِ تعلیم جو بچوں کو سوال کرنے سے روکے، حیران ہونے پر شرمندہ کرے اور صرف درست جواب یاد کروانے پر زور دے، وہ ذہن نہیں بناتا بلکہ فائلیں تیار کرتا ہے۔ ایک زندہ ذہن وہ ہے جو سوال اٹھاتا ہے، شبہ کرتا ہے اور تلاش کے عمل سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ استاد کا اصل کام معلومات منتقل کرنا نہیں بلکہ حیرت جگانا ہے۔ جب طالب علم کے اندر "کیوں" اور "کیسے" کا سوال زندہ ہوجائے تو علم خود اس کی طرف چل کر آتا ہے۔

حیرت وتجسس محض سائنسی یا فنی دائرے تک محدود نہیں بلکہ انسانی اخلاق اور روحانیت میں بھی بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ کائنات پر غور، زندگی کے مقصد پر سوال اور وجود کے اسرار پر سوچ ہی انسان کو سطحی زندگی سے بلند کرتی ہے۔ جو شخص کائنات کو ایک مشینی تماشا سمجھ کر قبول کر لیتا ہے وہ جلد بے حسی کا شکار ہو جاتا ہے، مگر جو شخص اس میں معنی تلاش کرتا ہے وہ شکر، عاجزی اور ذمے داری کے احساس تک پہنچتا ہے۔ اسی لیے فکر و روحانیت میں بھی غور و فکر کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

آئن اسٹائن خود مذہبی عقائد کے روایتی سانچوں میں مقید نہیں تھے مگر کائنات کے حسن اور ترتیب کے سامنے ان کی حیرت عمیق تھی۔ وہ جانتے تھے کہ علم جتنا بڑھتا ہے، اسرار اتنے ہی گہرے ہو جاتے ہیں۔ یہی احساس انسان کو غرور سے بچاتا ہے اور اسے مسلسل طالبِ علم بنائے رکھتا ہے۔ حقیقی سائنس دان وہی ہے جو جاننے کے باوجود یہ مانتا ہے کہ وہ بہت کچھ نہیں جانتا، اور یہی اعترافِ لاعلمی اسے مزید تلاش پر آمادہ کرتا ہے۔

آخرکار یہ کہا جا سکتا ہے کہ حیرت وتجسس انسانی روح کی سانس ہیں۔ جب یہ سانس رک جائے تو فکر گھٹنے لگتی ہے، تخلیق مرجھا جاتی ہے اور علم جامد ہو جاتا ہے۔ آئن اسٹائن کا یہ قول ہمیں یاد دلاتا ہے کہ سوال کرنا کمزوری نہیں بلکہ زندگی کی علامت ہے، اور حیران ہونا نادانی نہیں بلکہ شعور کی پہلی سیڑھی ہے۔ اگر ہمیں حقیقی فن اور حقیقی سائنس کو زندہ رکھنا ہے تو ہمیں اپنے اندر اس بچے کو زندہ رکھنا ہوگا جو آسمان دیکھ کر سوال کرتا ہے، ستاروں کو گنتا ہے اور کائنات کے حسن پر خاموشی سے چونک جاتا ہے۔ یہی چونکنا انسان کو انسان بناتا ہے، اور یہی جذبہ اسے آگے بڑھنے کی ہمت عطا کرتا ہے۔

PID (I) 9056-D/25
ہم ہیں بنیان مرصوص
ہم سے قائم وطن کی ناموس
PAKISTAN HAMESHA ZINDABAD
وزارت اطلاعات و نشریات
حکومتِ پاکستان
URAAN PAKISTAN
/GovtofPakistan
govtofpakistan
@GovtofPakistan
@govtofPak
www.moib.gov.pk

یوٹیوب چینل

خلیج

NEWS

SUBSCRIBE NOW !

بے باک تجزیے | خصوصی انٹرویوز | کامیڈی روڈ شوز | دلچسپ ڈاکیومنٹریز

دیکھتے رہیے خلیج نیوز

KHALEEJ NEWS | http://khaleejnews.pk/

ABC Certified

یکم تا15مئی2026ء

چیف ایڈیٹر : حافظ محمداقبال

# خلیج

پندرہ روزہ

اسلام آباد

## یکم مئی

# یومِ مزدور

یکم مئی دنیا بھر کے محنت کشوں کو خراجِ تحسین پیش کرنے کا دن ہے۔ یہ دن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ معاشرے کی ترقی، ملک کی خوشحالی اور قوم کی تعمیر میں مزدور طبقے کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ مزدور اپنی محنت، پسینے اور جدوجہد سے زندگی کے ہر شعبے کو رواں رکھتا ہے۔ فیکٹریوں سے لے کر کھیتوں تک، عمارتوں سے لے کر سڑکوں تک، ہر ترقی کے پیچھے ایک مزدور کی انتھک محنت شامل ہوتی ہے۔

اسلام بھی محنت اور رزقِ حلال کمانے کی تلقین کرتا ہے۔ محنت کرنے والا شخص معاشرے کا قابلِ احترام فرد ہوتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم مزدوروں کے حقوق کا خیال رکھیں، انہیں مناسب اجرت، بہتر سہولیات اور عزت فراہم کریں تاکہ وہ خوشحال زندگی گزار سکیں۔

یومِ مزدور ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ کسی بھی قوم کی ترقی اُس وقت ممکن ہے جب مزدور کو اس کا حق، عزت اور تحفظ دیا جائے۔ آئیں ہم سب مل کر محنت کش طبقے کی قدر کریں اور ایک انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ محنت کرنے والے ہاتھ کبھی کمزور نہیں ہوتے۔

بہت سے ممالک میں یکم مئی کو موسم بہار کے ایک قدیم تہوار کے طور پر جانا جاتا ہے، لیکن آج کل اس دن کو عالمی یوم مزدور کے نام سے منایا جاتا ہے تاکہ دنیا بھر میں محنت کشوں کی تاریخی جدوجہد اور کامیابیوں کو یاد کیا جا سکے۔ ہر سال اس دن دنیا بھر میں مظاہرے ہوتے ہیں جن کا مقصد کارکنوں کو بہتر حالاتِ کار اور ٹریڈ یونینز کو زیادہ اختیارات دینے کے مطالبات دہرانا ہوتا ہے۔

ابتدائی دنوں میں چند سوشلسٹ اور کمیونسٹ تنظیمیں اور مزدور دوست گروہ یہ دن منایا کرتے تھے لیکن پھر اس کا دائرہ دنیا بھر میں پھیلتا گیا۔